بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہترین زندگی گزارنے کیلئے انمول موتی!! امیرالمومنین حضرت علیؑ کی زبانی۔

نہج البلاغہ کی روشنی

میں

زندگی کا منظر

علیؑ علیؑ

جلد چہارم

مولف: محمد وصی خاں

ناشر

محفل حیدری ناظم آباد نمبر ۴، کراچی نمبر ۱۸

فاتحہ برائے ایصال ثواب
محمد وصی خاں
و دیگر مومنین

ارشادات

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

"میں تو بغیر کسی عوض کے علمی جواہر ریزے ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ اُن کے لئے کسی ظرف میں سمائی ہوتی۔"

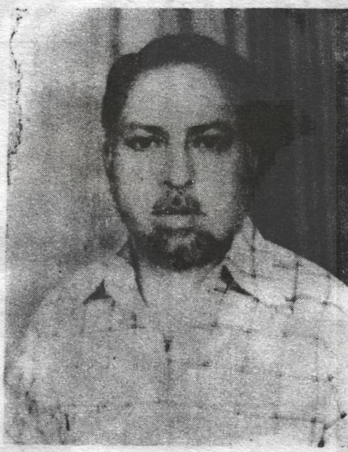
(خطبہ ۶۹ کا آخری جزو)

ترجمہ علامہ مرزا یوسف حسین۔

آج ہم دار پہ کھینچے گئے جن باتوں پر
کیا عجب کل وہ زمانے کو نصابوں میں ملیں

اہتمام و پیشکش

بفضلِ الٰہی و بہ تصدقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ



محمد وصی خاں

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا، تیرے کرم سے ہوگا

طباعت۔ مشہور آفسٹ پریس ... سن طباعت ۱۹۸۲ء
تعداد۔ ایک ہزار ... کتابت ... موتی رقم۔
کتاب ملنے کا پتہ
۴/۲۔ ای۔ پاکستان کوارٹر۔ نشتر روڈ۔ کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا صاحب العصر الزمان ادرکنی

فہرست :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری رہبر کتابیں

۱ کتابِ عزا رسالہ تدفین، نہج البلاغہ کانگریس، مجلہ امامیہ آرگنائزیشن پاکستان کراچی۔

۲ نہج البلاغہ از ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ مرزا یوسف حسین ناشر شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

۳ نہج البلاغہ، ترجمہ مفتی جعفر حسین، ناشر امامیہ کتب خانہ لاہور

۴ نہج البلاغہ، ترجمہ رئیس احمد جعفری، حجۃ الاسلام مولانا مرتضیٰ حسین فاضل ناشر شیخ غلام علی لاہور

۵ نہج البلاغہ ترجمہ سید النصار حسین رضوی دہلی، احباب پبلشرز اقبال منزل لکھنوی

۶ نیرنگ فصاحت ترجمہ از مولوی کلیم ذاکر حسین صاحب اختر بھرتپوری

۷ نہج البلاغہ، ترجمہ از علامہ ظفر مہدی صاحب گہر جائسی (مرحوم) دریں ایل کی

۸ نہج البلاغہ، ترجمہ حجۃ الاسلام مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ

۹ کتاب علیؑ حصہ اول مرتبہ محمد وصی خان ناشر محفل حیدری ناظم آباد

۱۰ کتاب حضرت علیؑ کے فیصلے اور موجودہ تازیراتِ اسلامی مرتبہ محمد وصی خان ناشر محفل حیدری

۱۱ مکتوبات ورقعات ترجمہ مولوی عبدالرزاق خان ملیح آبادی

۱۲ رسالہ ندائے اسلام ماہنامہ ایران اردو شمارہ ۱۰۔ امئی ۱۹۸۲ء

۱۳ ہفت روزہ رضاکار لاہور (۱۴۵) اخبار روزنامہ جنگ

۱۵ مجلہ نوائے سوز ۱۴۰۲ھ محرم الحرام نمبر لیوم حسینؑ آرگنائزنگ کمیٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتسابِ عقیدت

ان نوجوانوں کے لیے جو اسلام کو غیر ترقیافتہ اور فرسودہ نظام سمجھتے ہیں

یا قائم آلِ محمد ادرکنی

دل کی تمام گہرائیوں، دماغ کی تمام وسعتوں رُوح کی تمام بالیدگیوں اور عقیدت و شوق کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ ہدیۂ لا اور نذرانۂ عقیدت امام آخر صاحب العصر والزماں وارثِ رسُول کی خدمت بابرکت میں پیش کرتا ہوں اور انھیں جناب کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کر کے مستدعی ہوں کہ اس ہدیۂ حقیر فقیر عاصی پُر معاصی کو شرف قبولیت بخشا جائے تاکہ قبول عام ہو اور مجھ گناہگار کی آخرت کا توشہ ہو کر مغفرت کے کام آئے۔ میرے مولا پاکستانی قوم کے دلوں میں یکبار پھر اتحاد و اتفاق پیدا کر دیجئے۔

محمد مہدی خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربِ جلیل کی بارگاہ میں

دعا

(از:- ڈاکٹر علی شریعتی)

پالنے والے! ہمارے علماء کو احساس مسئولیت
عوام کو علم حاصل کرنے کی توفیق
مومنین کو نورِ ہدایت
منکرین کو ایمان
متعصبین کو فہم
اور صاحبانِ فہم کو عزم
عورتوں کو شعور
مردوں کو شرافت
بوڑھوں کو بصیرت
جوانوں کو ہمت
اساتید کو عقیدت
طالب علموں کو بھی حقیقت
غافلوں کو بیداری
بیداروں کو عزم
مبلغین کو حقیقت
دیانتداروں کو دین
لکھنے والوں کو اُصول
صاحبانِ فن کو درد
شاعروں کو شعور۔

مؤلفین کو مقصد
ناامیدوں کو امید
کمزوروں کو قوت
جمود کو قیام
متحرک لوگوں کو حرکت
مردوں کو زندگی
اندھوں کو بینائی
خاموشوں کو آواز
مسلمانوں کو قرآن
شیعوں کو علیؑ
فرقوں کو اتحاد
حسد کرنے والوں کو شفا
خودبینوں کو انصاف
بدگویاں کو ادب
مجاہدین کو صبر
قوم کو بصیرت
اور عوام کو ہمت و عزم
فداکاری کا جذبہ اور نجات
و عزت عنایت فرما۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خودسازی

فرمودات آقائے خمینی مدظلہ العالی

مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خودسازی کے لئے

(۱) نماز پنجگانہ وقت پر ادا کیجئے
(۲) جمعرات اور پیر کے دن حتی المقدور روزہ رکھیں۔
(۳) سونے کے وقت کو کم کیجئے اور قرآن پڑھیئے
(۴) عہد و پیمان کو اہمیت دیجئے۔
(۵) تہی دستوں کی مدد کیجئے۔
(۶) تہمت کی جگہوں سے دور رہیئے۔
(۷) پرشکوہ اور پرخرچ مجالس میں شرکت نہ کیجئے۔
(۸) سادہ لباس پہنیئے۔ زیادہ باتیں نہ کیجئے۔
(۹) ورزش کو اپنا معمول بنائیے۔
(۱۰) زیادہ مطالعہ کیجئے۔
(۱۱) لوگوں کو ہنر سکھائیے۔
(۱۲) عربی سیکھئے اور ہر میدان میں ہوشیار رہیئے
(۱۳) اپنے نیک کاموں کو بھول جائیے۔ اور غلطیوں کو یاد رکھیئے۔
(۱۴) مسلمانوں کے متعلق خبروں سے باخبر رہیئے۔

۷۸۶

مقصد تالیف

ہر کتاب کے لکھنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ میرے نزدیک بھی ایک مقصد ہے کہ دکھی انسانوں کی کسی طرح مدد کی جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی کہیں بھی مجھکو کوئی رہبر یا راہنما نہیں ملا جس سے اس سلسلے میں راہنمائی حاصل کی جا سکتی۔ اس ہی دوران میں مجھکو سید رضی علیہ الرحمۃ کی تالیف کردہ کتاب نہج البلاغہ جو مولائے کائنات کے محاوروں۔ جملوں۔ خطبوں اور تقریروں پر مشتمل ہے مل گئی۔ میں نے کئی دن تک اس کا مطالعہ کیا ایک ایک نقطہ۔ ایک ایک سطر اور ایک ایک صفحہ زندگی کے خوشگوار اور زریں اصولوں سے بھرا ہوا ہے اگر آپ اس مادی دور میں دیکھیں کہ انسان معاشرہ کے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو کسی نہ کسی ضرورت میں پریشان ہی نظر آتا ہے۔ سکون اور اطمینان قلب اس کو کہیں نصیب نہیں ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھنے میں اچھی نظر آتی ہے لیکن اگر نزدیک ہو کر اس کے دل کی حالت کا اندازہ لگایا جائے تو یہ ایک چلتی پھرتی بے جان معلوم ہوتی ہے

ان دکھی انسانوں کے مداوے کے لئے مولائے کائنات حلال مشکلات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ارشاد فرمائے ہوئے انمول موتیوں کو انتخاب کر کے موزوں عنوانات اور حروف تہجی کے لحاظ سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ یہ جملے ان کے غم اور پریشانیوں میں مرہم کا کام دیں گے اور ان کو سکون قلب نصیب ہوگا۔ اس کتاب کی تیاری میں مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ، مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ اور مولانا علی حیدر صاحب کے ترجموں سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

ہم علیؑ کے نقش قدم پر کس طرح چلیں!

تحریر: راحت حسین ناصری صاحب

جناب محمد وصی خاں صاحب جو ایک معروف و مشہور ہستی ہیں انھوں نے ایک دوسری کتاب تالیف فرمائی ہے جس میں امیر المومنین کے وہ اقوال جو حسن اخلاق پر مشتمل ہیں تحریر فرمائے ہیں۔ موصوف نے اور کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی ایک نہایت مفید تالیف ہے۔ جس کو پڑھ کر صرف نوجوان طبقہ ہی نہیں بلکہ ہر شخص اپنے کردار کو درست کر سکتا ہے۔ امیر المومنین کی تعلیمات حسن اخلاق اور تدبیر منزل سے پوری بھی ابلاغ یہ ہے اگر انسان اسکو غور سے پڑھے تو کمال انسانیت پر پہنچ سکتا ہے۔ موصوف نے آپ کے ارشادات کو بھی جمع کر کے ایک عظیم فائدہ قوم کو پہنچایا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ انسان کو افعال نیک پر عمل کرنا اور افعال بد سے پرہیز کرنا زندگی کا جزو لازمی ہے انسان کو اس وقت تک انسان نہیں کہا جا سکتا جبتک افعال نیک کا حامل نہ ہو ورنہ اس میں اور حیوان مطلق میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ افعال پر عمل کرنے کے لئے اقوال ائمہ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے امیر المومنین نے زندگی کے ہر اصول پر ارشاد فرما کر بتایا کہ زندگی کیونکر بسر کی جا سکتی ہے اور انسان حیوانیت سے نکل کر انسانیت کی طرف کیونکر آسکتا ہے۔ لیکن آپکے یہ اقوال ایک جگہ نہیں ہیں اور جو ہیں تو ان کے پڑھنے کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو آسان کرنے کے لئے جناب محمد وصی خاں نے آپ کے اقوال کو ایک جگہ جمع کر کے پڑھنے والے کے واسطے آسانی پیدا کر دی ہے اور یہ بھی آپ کی دوسری کتابوں کی طرح ایک نہایت مفید کتاب ہے اور یہ عظیم کام کر کے آپ نے

... فائدہ پہونچایا ہے۔ امید ہے کہ مومنین ... کو پڑھ کر اس سے ... عالم جناب وصی خاں صاحب کو عمر طویل عطا کرے تاکہ ... علمی کتابوں سے فائدہ پہنچاتے رہیں۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ ان ... اس کار خیر کی جزا عطا فرمائے اور مولائے کائنات اس کو شرف قبولیت عطا فرمائیں ... امید ہے کہ جناب موصوف اسی طرح خدمت قوم کرتے رہیں گے اور ان کی ذات سے قوم کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔

دعا گو

راحت ناصری

۱۔ دنیا کے لئے اتنی محنت کر جتنا تجھے یہاں رہنا ہے۔
۲۔ آخرت کے لئے اتنی محنت کر جتنا وہاں رہنا ہوگا۔
۳۔ اللہ کی رضا کے لئے اتنی کوشش کر جتنا تو اس کا محتاج ہے۔
۴۔ گناہ اتنا کر جتنا تجھ میں عذاب سہنے کی طاقت ہے۔
۵۔ صرف اسی ذات سے مانگ جو دوسروں کا محتاج نہیں ہو۔
۶۔ جب تو اللہ کی نافرمانی کرے تو وہاں جا جہاں تجھے وہ نہ دیکھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اس کا لکھنا بھی ضروری ہوتا ہے

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

جس خدا نے حمد بجا لانے کو اپنی نعمت کی قیمت اور اپنی محفوظ رہنے کی جگہ اور اپنی جنت کا راستہ اور اپنے احسان کی زیادتی کا سبب قرار دیا ہے۔

اس کی حمد بجا لانے اور اس کے رسولؐ پر جو نبی رحمت اور اماموں کے امام اور امت کے مشعل ہدایت اصل شرف کے برگزیدہ سب سے بڑھی ہوئی بزرگی کے جوہر و نسبی فخر و مباہات کے اصل الاصول اور رفعت مرتبہ کی بلند پایہ شاخ ہیں۔ اور ان کے اہل بیت روشن چراغ اور امت خدا کے نگہبان۔ دین کے روشن منارے فضل و شرف کے گرانبار میزان ہیں۔

خدا ان کل حضرات مقدسہ پر اپنی بے بہا رحمت نازل فرمائے۔ ایسی رحمت جو ان کے فضل اور حق کے شایان شان ہو اور ان کے عمل کا عوض ان عظیم ہستیوں کے خاندانی و ذاتی پاکیزگی کے مساوی ہو۔ ہزاروں ماہ و سال کے مسلسل تحریروں کے بعد یہ کلیہ قائم کیا گیا ہے کہ علم اور شجاعت دو ایسے اضداد چیزیں ہیں جو کسی ایک ذات میں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے جس ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے وہ قلم کو اپنی گرفت میں نہیں لا سکتا اور جس ہاتھ میں قلم ہوتا ہے وہ تلوار نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن انسانی تاریخ میں علیؑ کا ہاتھ وہ تنہا جامع اضداد ہاتھ تھا جو تلوار اور قلم دونوں کو مساوی چلا سکتا تھا۔

محمدؐ نے ان کو گود میں پالا۔ اپنی شخصیت میں ڈھالا۔ اپنے سایہ میں پروان چڑھایا۔ دین اور دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کی تعلیم نہ دی ہو۔ اور علیؑ کو اپنے وجود

میں اس طرح جذب کر لیا کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنے انفاس سے بوئے محمدؐ آنے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علیؑ تعلیم محمدیؐ کی وجہ سے تمام علوم سے آشنا ہو گئے۔ اسی وجہ سے رسولؐ حق نے ارشاد فرمایا کہ میں "علوم کا شہر ہوں جو خداوند کریم نے مرحمت فرمائے ہیں اور علیؑ اُن علوم کا دروازہ۔ یہ رسولِ اکرمؐ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ علیؑ کے منھ سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ قیامت تک کے لئے انسان اور انسانیت کے لئے زرّیں اصول کا درجہ اختیار کر گیا اور دنیا نے اس مجموعہ کلام کو نہج البلاغہ کا درجہ دے دیا۔

نہج البلاغہ علوم و معارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جس کی اہمیت و عظمت ہر دور میں مسلّم رہی ہے اور ہر عہد کے علماء و ادبا نے اسکی بلند پائگی کا اعتراف کیا ہے یہ صرف ادبی شاہکار ہی نہیں ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کا الہامی صحیفہ، حکمت و اخلاق کا سرچشمہ اور معارف ایمان و حقائق تاریخ کا ایک انمول خزانہ ہے جسکے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زرنگار بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محوِ حیرت کئے ہوئے ہیں افصح العرب سرکار مدینہ کی آغوش میں پلنے والے اور آبِ وحی میں ڈھلی ہوئی زبان چوس کر پروان چڑھنے والے نے بلاغتِ کلام دنیا کو دکھائے کہ ہر سمت سے "فوق کلام المخلوقات و تحت کلام الخالق کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

نہج البلاغہ کا اعجاز

دنیا کے تمام انشاپردازوں، منبر نشین خطیبوں اور فلسفہ و حکمت، شعر و شاعری، اخلاق و آداب، وعظ و نصیحت جیسے موضوعات پر اظہارِ خیال کرنے والوں کے افکار کا جائزہ لیجیے اور اس حقیقت سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ طبقات کے اختلاف اور زمانوں کے تفرقوں سے ان کے اندازِ تعبیر پر کیا کیا اثر ڈالے ہیں، ان کی تصنیفات کا غائر نظر سے مطالعہ فرمائیے۔ تو آپ کو یہ حقیقت نمایاں طور پر کار فرما نظر آئے گی کہ کارسازِ فطرت نے ان میں سے ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق ایک مخصوص ذوق سے سرفراز فرمایا ہے۔ کسی کے خزانے استعداد میں

مقالات نگاری کے جوہر ودیعت کئے ہیں تو کسی میں مکاتیب و مراسلات پر خامہ فرسائی کی بہترین قابلیت ہے۔ ۲۔ کسی کی علمی آغوش کو نثر نگاری کے استنباط سے مالا مال کیا ہے (۳) کسی کے فانوس کمال میں نظم کی درخشاں شمعیں روشن کی ہیں (۴) کسی کے فضیلت پر طبیعاتی مسائل کے گوشوں پر چھوٹ ڈالنے والے مہر و ماہ کو سرگرم ضیا باری بنایا ہے تو کہیں میکدہ ہیئت و ہندسہ علم ریاضی کا ذوق رکھنے والوں کو کیف سرمستی کا پیغام دینے والے ساغر بھر کر بھیج دیئے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ جب ایک بہترین مقالہ نگار اور مراسلہ نگاری کے میدان میں قدم ڈالتا ہے تو اس کے کمال کی روشنی دھندلی پڑ جاتی ہے۔ ایک المیہ نگار جب المیہ نگاری کی منزل سے ہٹ کر مزاحیہ نگاری کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کوئی فلسفی فلسفی مضامین لکھتے لکھتے جب پند و نصیحت کی طرف رخ کرتا ہے تو اس کی روانی قلم میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن میرے مولاؑ کے کلام نہج البلاغہ میں مختلف موضوعات و مختلف عناوین پر انسانی عقل کو متحیر بنا دینے والی فصاحت و بلاغت کے پیرائے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ ابتدا سے انتہا تک ایک ایسی موتیوں کی لڑی کے مانند ہے جس کا ہر موتی آب و رنگ میں یکسانیت کا حامل ہے۔ اسی لئے اسے اسلوب بیان کی یک رنگی اور طرز بیان کی بلاغت کے اعتبار سے ایک اہم ترین ادبی معجزہ کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کتاب نہج البلاغہ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ میرے مولا نے اس دنیائے ناپائیدار کے لئے اول سے آخر تک ہونے والے تمام واقعات کی نشاندہی کر دی ہے۔ اگر صحت کے اصول بتائے ہیں تو وہ اپنی جگہ مسلم ہیں۔ اگر کہیں کوئی پیشگوئی کسی زمانے کے لئے کی ہے تو وہ اس زمانے میں پوری ہو کر رہی ہے۔ آپ نے سیاہ و سفید کو اس طرح کھلا کیا ہے کہ رہتی دنیا تک کوئی فرد اس پیرائے میں تجزیہ نہیں کر سکتا۔

زیر نظر کتاب "نہج البلاغہ کی روشنی میں ہم کیسے جئیں"۔

امیر المومنین کے تقریباً پانچ سو انمول موتیوں کا اردو ترجمہ ہے جو نہج البلاغہ کے مختلف متراجم سے حاصل کئے گئے ہیں۔ دنیا یہ جانتی ہے کہ اصل زبان میں جو خوبی دلکشی اور چاشنی ہوتی ہے وہ ترجمہ میں کہاں۔ چاہے کتنا اچھا ترجمہ کیوں نہ کیا گیا ہو۔ اصل زبان کے جملہ سے ترجمہ میں وہی مطلب نکالنا بہت مشکل کام ہے لیکن ہمارے ان بزرگوں نے جن کے ترجموں سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے اپنی بساط کے مطابق مفہوم اور مطلب سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے۔

دنیا میں جینے کے جتنے خوشگوار طریقے ہو سکتے ہیں ان کو مولا علیؑ کی زبانی حاصل کر کے اس کتاب کو سجایا ہے تاکہ انسان اس دنیا میں ایک کامیاب و کامران زندگی بسر کر سکے خود چین و سکون سے جیئے اور دوسروں کو جینے کا حق دے۔

آخر میں اپنے کرم فرما سے پُرخلوص التماس ہے کہ ان کلمات کو تفریح طبع کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ اگر دل گوارا کرے اور قلب مطمئن ہو تو معانی اور مطالب سے استفادہ کرتے ہوئے زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کیجئے تاکہ یہ زندگی اور آخرت بخیر ہو۔

خاکپائے سگِ مرتضویؑ

محمد وصی خان

امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کی شخصیت

اخلاق و کردار کا نادر نمونہ اور عظمت و بزرگی کا

دلکش مرقع ہے

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت اخلاق و کردار کا وہ نادر نمونہ اور عظمت اور بزرگی کا وہ دلکش مرقع ہے کہ ـ زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ۔ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است
اسی لئے بولنے والوں کی زبانیں اور لکھنے والوں کے قلم آپکی مدح و ثنا کے حق ادا کرنے سے قاصر اور آپ کی عظمت و بزرگی و منزلت بیان کرنے سے عاجز ہیں ۔ یہ وہ منزل ہے جہاں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے ۔ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے ۔

یہ شرف و کمال ، یہ عزت و بزرگی ، یہ جاہ و جلال ، یہ حسن و جمال ، یہ کردار کی بلندی ، یہ اخلاق کی خوبیاں آخر ایک شخصیت میں کیسے جمع ہو گئیں

یہ کیونکر ہوا کہ ایک ہی شخص بیک وقت رجل کرار غیر فرار کی منزل پر بھی ہوا اور ساتھ ہی باب مدینۃ العلم کا درجہ بھی رکھتا ہو ۔ میدان میں علم بدوش اور تیغ بکف ہو اور منبر پر حکمت بزباں ۔ وہ عالم ہو مگر باعمل شجاع ہو مگر عادل ، حاکم ہو مگر درجہ عبدیت کی ذمہ داریوں سے آگاہ ۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی اس فضیلت و عظمت کا سراغ لگانے کے لئے ہم کسی اور طرف نظر کرنے کے بجائے خود آپ ہی کے اقوال خطبات پر توجہ کریں تو ہمیں یہ معلوم کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے اپنی عظمت کا راز تربیت

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ پروردگار عالم نے ذات گرامی ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق عظیم کی اس معراج پر فائز کیا جہاں یہ حکم ہوا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" آپ جس نے سراج منیر سے جتنا کسب نور کیا اس کی شخصیت اسی قدر روشن اور منور ہو گئی اس کی شخصیت اسی قدر روشن اور منور ہو گئی علی ابن طالب علیہ السلام بوجہ اس قرابت فطری کے جو آپ کو اللہ کے رسول سے تھی تربیت رسول کی نعمت سے فیضیاب ہونے کے سبب سے زیادہ اہل تھے، چنانچہ نہج البلاغۃ کے ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسول نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا اور نہ ہی میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپکی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے جاتا تھا اور میں ان کے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال غار حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے۔ اور وہاں میرے علاوہ انھیں کوئی اور نہیں دیکھتا تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجہؑ کے علاوہ کسی گھر میں اسلام نہ تھا اور میں ان کا تیسرا تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

وحی و رسالت کے نور اور نبوت کا مرکز اور منبع وہ ذات قدسی صفات بھی جو اول مخلوق اور آخر مبعوث ہے جس نے باطل کی آگ میں حق کے پھول کھلائے۔ شرک کے سمندر میں توحید کے کاراستہ بنایا۔ سسکتی اور دم توڑتی اخلاقی قدروں کو اعجاز عمل سے جلایا وہ اللہ کا محبوب اس کا رسولؐ اور بندہ ہے۔

پروانہ بھی چراغ بھی خوشبو بھی پھول بھی
بندہ بھی ہے خدا کا خدا کا رسولؐ بھی

وہ مقام عبدیت کبریٰ کی اس انتہائی معراج پر فائز ہے جہاں عبد اور معبود کے درمیان صرف ایک فصل کا فصل رہجاتا ہے بلکہ اس سے بھی کچھ کم وہ رسالت اور نبوت کی اس منزل پر فائز ہے جہاں اس کے بعد کسی نبی یا رسول کی ضرورت ہی باقی نہیں رہجاتی کیونکہ اس کے ذریعہ دین کی تکمیل اور نعمت کا اتمام ہوگیا۔ وہ صادق اور امین جس کی صداقت اور امانت کے معترف وہ لوگ بھی ہیں۔ جو اس کی جان کے دشمن تھے اور وہ رحمۃ اللعالمین جس نے اخلاق و کردار کا یہ معیار دنیا کو دیا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ وہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا اور اس نے اخلاق حسنہ کو ان بلندیوں تک پہنچا دیا جہاں پہنچتے ہوئے تخیل کے پر جلتے تھے وہ ایک ایسا شہر علم ہے جہاں اعمال صالحہ کی ایک دنیا آباد ہے جگہ جگہ تقویٰ کے پھول کھلے ہیں۔ روش روش محبت کی خوشبو مہک رہی ہے جہاں ہر طرف توحید کا سورج جلوہ فرما ہے۔ عدل و انصاف کی حکمرانی ہے یہ ایک ایسا شہر علم ہے جو تمدن کے لئے ایک مثال اور انسانی فلاح کے لئے ایک دلیل ہے۔ رسولؐ کی ذات عالمین کے لئے رحمت ہے۔ مطلب یہ کہ ہر عہد اور ہر زمانے میں زندگی اپنی رہنمائی کے لئے اسی ذات مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں رجوع

اور ہمہ گیری میں ایک جامعیت ہے جس کی مثال شہر سے دی گئی ہے جس طرح شہر متمدن زندگی کے ارتقا میں سنگ میل ہے اسی طرح ذات گرامی پیغمبرؐ طالبان ہدایت اور داعیان شہادت کے لئے ہر دور اور ہر عہد میں رہنمائی کرتی رہے گی۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان و منزلت کا اندازہ کرنے کیلئے صرف یہی بات کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کا عملی مظہر ہے۔

علی ابن ابی طالب کبھی غار حرا میں پیغمبرؐ کے ساتھ مصروف عبادت نظر آتے ہیں کبھی دعوت ذوالعشیرہ میں حمایت و اطاعت رسولؐ کا عہد کرتے دکھائی دیتے ہیں کبھی مکہ کے گلی کوچوں میں اپنے ابن عم کی حفاظت فرماتے ہیں کبھی بستر رسولؐ پر سو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے کبھی بدر کے میدان میں داد شجاعت دیتے ہیں کبھی احد میں شمع رسالتؐ کے گرد پروانہ دار حلقہ کیئے نظر آتے ہیں۔ کبھی خندق و خیبر میں اسلام کی سربلندی اور رسالت مآبؐ کی صداقت کا علم بلند کئے۔ کبھی مسجد کوفہ میں علم کے دریا بہا کر انا مدینۃ العلم و علی بابہا کی تفسیر یہ کہہ کر فرمایا کرتے ہیں "سلونی سلونی قبل ان تفقدونی" کبھی محراب شہادت میں قاتل کی تلوار سے زخمی ہو کر فزت برب الکعبہ کی حق آفریں صدا بلند کرتے ہیں اور یوں اپنی آخری زندگی کی ابدی نعمتوں سے بدل کر رضائے الٰہی اور تقرب فرمایا کہ انا مدینۃ العلم و علی بابہا رسالتمآبؐ سے یہ حدیث دس صحابہ اکرام اور چودہ تابعین نے روایت کی ہے اور اسے امام احمد بن حنبل (ترمذی)، حاکم نیشاپوری، سبط ابن جوزی، اور حافظ ابو نعیم جیسے معتبر محدثین نے نقل کیا ہے۔ یہ حدیث اپنی معنوی وسعت اور اطلاقی ہمہ گیری کے لحاظ سے ایک ایسا پیمانہ ہے جس سے خطیب منبر سلونی فاتح بدر و حنین ابن عم المصطفےٰ جناب علی مرتضیٰؑ کی عظمت اخلاق بلندی کردار کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

ایک ایسی ذات قدسی صفات نے جس کے متعلق نص قرآنی ہے انک لعلیٰ خلق عظیم جس کا نطق نطق وحی ہے اور جس کی رحمت اللعالمین پر محیط ہے۔ اپنے آپ کو علم کا شہر فرمایا اور علی کو اس شہر کا دروازہ قرار دیا۔ شہر کی عظمت کا اندازہ دروازے کے حسن سے لگایا جا سکتا ہے اور شہر میں اگر داخل ہونا ہے تو دروازے سے ہو کر جانا ہے۔ اس لحاظ سے علی ابن طالب علیہ السلام کی ذات گرامی ایک طرف اخلاق پیغمبرؐ کا آئینہ ہے تو دوسری طرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت کے درمیان ایک علمی رابطہ ہے۔ پیغمبرؐ تہذیب علم کا مقصود ہے اور علیؑ وہ راستہ جس سے منزل مقصود حاصل ہوتی ہے۔

سخاوت ہو یا شجاعت، زہد ہو یا قناعت، کلام ہو یا فصاحت، عدل یا امامت صبر ہو یا شکر، تقویٰ ہو یا علم ہر منزل، اخلاق پر نور خلق محمدیؐ کا پرتو نظر آتے ہیں۔ خانہ کعبہ میں ولادت سے لے کر مسجد کوفہ میں شہادت تک امیرالمومنینؑ کی تمام زندگی اتباع پیغمبر کا نمونہ اور کمال خداوندی کی سند حاصل کرتے ہیں۔

امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سیرت ہمیں حق گوئی اور بے باکی کا سبق دیتی ہے آپ حق کے معاملے میں ہمیشہ سخت رہے حدود اللہ کی پابندی میں کسی رعایت کے متحمل نہ ہوئے اور اطاعت پیغمبرؐ کو اس طرح اپنا شعار بنایا کہ خیبر میں زبان رسالتؐ سے اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی سند پائی اور آپ کے لئے آفتاب مغرب سے پلٹ کر آیا۔ علامہ اقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب
باز گرداند ز مغرب آفتاب

اپنے دورِ خلافت میں حضرت علیؑ نے بیت المال کی مساوی تقسیم کا اصول بنایا آپ کے وہ ساتھی جنہیں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دولت ملنے کی توقع تھی۔

اس پر معترض ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو خدا کا مال تھا۔ خدا کی قسم اگر یہ میرا اپنا بھی مال ہوتا تو میں اُسے برابر تقسیم کرتا عدل معاشی کا یہ اصول امیرالمومنینؑ کی سیرت کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ کے زمانۂ خلافت میں عقیل نے جو آپؑ کے حقیقی بھائی تھے اپنے لئے کچھ مراعات چاہیں لیکن امیرالمومنینؑ کی عدل پسند طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ مسلمانوں کے مال میں خیانت کریں اور عقیل کے ساتھ سلوک کرتے ہیں راہِ عدل سے ہٹ جائیں اپنے ایک خطبہ میں مولائے کائنات ارشاد فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم میں نے اپنے بھائی عقیل کو سخت فاقہ و فقر کی حالت میں دیکھا وہ میرے حصے کے گیہوں سے ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے میں نے ان کے بچوں کو دیکھا جن کے بال پریشان اور بھوک کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہی مائل ہو چکے تھے گویا کہ ان کے چہرے نیل ڈال کر سیاہ کر دیئے گئے ہیں۔ انھوں نے بار بار اصرار کیا میں نے کان لگا کر ان کی باتوں کو سنا میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میں ان کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالوں گا۔ اپنے طریقے کو چھوڑ کر ان کی کھینچ تان میں ان کی پیروی کروں گا۔ میں نے لوہے کی ایک سلاخ گرم کی اور ان کے جسم کے قریب لے گیا۔ تاکہ عبرت حاصل کرے جب سلاخ کی گرمی پہنچی تو عقیل چیخے جس طرح بیمار درد اور بے چینی سے چیختا ہے۔ قریب تھا کہ اس کا اس داغ سے جل جائے۔ میں نے کہا اے عقیل رونے والیاں تم پر روئیں تم لوہے کے اس گرم ٹکڑے سے چیخ اٹھے جو ہنسی مذاق میں تپایا ہے۔ اور مجھے اس آگ کی طرف گھسیٹ رہے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی سے گرم کیا ہے تم تو اس تکلیف سے چلاؤ اور میں دوزخ کی آگ سے فریاد نہ کروں۔

داعئ خیر و عدل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیرو کار اور رفیق تقسیم دولت کے معاملے میں اس قدر سختی سے عدل پر قائم تھا کہ اپنے حقیقی بھائی کے حق میں کوئی رعایت کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکا اور دنیا کے لئے عدل و امانت کا ایک ایسا

اور معیار قائم کر دیا جو تا قیامت ایک فلاحی معاشرے کے قیام کی ضمانت ہے۔ امیرالمومنین کے نزدیک حکومت کا مقصد عدل کا قیام تھا۔

ابن عباس کو ایک خط میں آپ نے تحریر فرمایا "حکومت میں کوئی چیز تبراً ایسا حصہ نہ ہو جس سے حکومت کو کوئی فائدہ نہ پہنچے اور کوئی ایسا غصہ نہ ہو جو تمکو شقی بنا دے حکومت کا کام یہ ہے کہ باطل کو مٹا دے اور حق کو زندہ کرے۔"

جہاں تک بیت المال کا تعلق تھا تو اس کی تقسیم میں امیرالمومنینؑ کی عدل پسندی اور احساس امانت کے کچھ واقعات آپ نے دیکھے۔ آپ مسلمانوں کے مال کی تقسیم میں حد درجہ محتاط اور شدت سے عدل پر قائم رہنے والے تھے۔ لیکن اپنے ذاتی مال میں سے صدقات اور خیرات آپکا معمول تھا۔ آپ کی شجاعت کی طرح سخاوت بھی ضرب المثل ہے۔ اور اس سخاوت کا یہ حال تھا کہ روزہ میں تین تین دن متواتر خود بھوکے رہے اور اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا۔ آپ کے اس عمل میں آپ کی زوجہ جناب فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جوانانِ جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ اور آپکی کنیز فضہؑ بھی شامل تھیں پروردگار عالم جو دلوں کا حال جاننے والا اور نیتوں کو پہچاننے والا ہے آپ کی اس سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کے عمل سے راضی ہوا اور اپنی پسندیدگی کے اظہار کے طور پر یہ آیات نازل فرمائیں و یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا۔ یہ حسن سلوک مسکینوں یتیموں اور اسیروں کے ساتھ مسلسل رہا ہے اس میں کوئی امتیاز دین و مذہب یا نظریئے اور عقیدے کا دخل حارج نہیں ہوا اسی طرح اپنے غلام قنبر کے ساتھ آپ کا طریقہ کار ہمیشہ مشفقانہ رہا ایک دفعہ حضرت نے دو کپڑے خریدے ایک تین درہم میں اور دوسرا دو درہم میں۔ آپ نے اپنے غلام قنبر سے فرمایا تین درہموں والا کپڑا تم لے لو۔ قنبر نے عرض کیا۔ آپ اس کے پہننے کے زیادہ حقدار ہیں حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو خطبہ دیا۔

فرمایا۔ "قنبر تم جوان ہو تم میں جوانی کا جوش موجود ہے۔ یہ کپڑا تم پہنو مجھے میرے رب سے شرم آتی ہے کہ اپنے آپ کو ترجیح دوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اپنے غلاموں کو وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور انھیں وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو"۔) مساوات اور اخوت کا یہ وہ بہترین اصول ہے جو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تعلیم کیا اور ان کے ابن عم نے اس عمل کو کر کے ایک موقع فراہم کیا۔

آپ کی پوری زندگی اخلاق محمدی کا پرتو، عدل وامانت کا نمونہ زہد وتقویٰ کا مرقع خدا ترسی اور انسان دوستی کا آئینہ تھی۔ معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا کہ علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم وہ دن میں بہت زیادہ روزہ رکھتے ہیں قائم اللیل ہیں لباس موٹا اور کھردرا پسند کرتے ہیں۔ ادنیٰ درجے کا کھانا کھاتے ہیں ہمارے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں جب ہم خاموش ہوتے ہیں تو آپ گفتگو کی ابتدا کرتے ہیں جب ہم سوال کرتے ہیں تو آپ جواب دیتے ہیں۔ سب لوگ[illegible] تقسیم کرتے ہیں۔ رعایا میں انصاف کرتے ہیں۔ کمزوروں کو ان سے ظلم کا خوف نہیں۔ قوی کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ خدا کی قسم میں نے رات کے وقت[illegible] ان کو محراب عبادت میں بیقرار اور تڑپتے و روتے ہوئے دیکھا ہے آپ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے ہیں اور ریش مبارک کو پکڑ کر دنیا سے یوں مخاطب ہوتے ہیں "کیا تو میری مشتاق ہے تو مجھے اپنا گرویدہ بنانا چاہتی ہے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی تھیں جس کے بعد رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تیرا عیش کم ہے اور تجھ سے فائدہ کم حاصل ہوتا ہے۔ آہ۔ آہ۔ زاد راہ کم ہے سفر کتنا لمبا ہے اور راستہ کتنا وحشتناک۔

آخر امیر المومنین کا سفر حیات قاتل کی تلوار نے قطع کیا۔ ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ کا واقعہ ہے جب صبح کی نماز پڑھانے آپ مسجد تشریف لے گئے۔ محراب عبادت میں سجدہ خالق میں سر جھکایا تھا کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار نے فرق مبارک کو زخمی کیا۔ اس زخم

کی حالت میں جب موت بالکل سامنے کھڑی تھی اور آپ کا قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم آپ سے گستاخی اور زبان درازی بھی کر رہا تھا۔ آپ نے اپنے فرزند حضرت امام حسنؑ سے فرمایا یہ قیدی ہے اسکی خاطر تواضع اچھا کھانا دو۔ نرم بچھونا دو۔ یہ ہدایت اس شخص کے بارے میں تھی جو آپ کا قاتل تھا ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تم قصاص لینے پر ہی اصرار کرو تو چاہیئے کہ اسے اسی طرح ایک ضرب سے مارو جس طرح اس نے مجھے مارا ہے لیکن اگر معاف کردو تو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے دیکھو زیادتی نہ کرنا خدا زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔" زخم میں زہر کا اثر بڑھ گیا مرض کی شدت میں اضافہ ہو گیا اس عالم میں اپنے اہل خاندان نیکی اور تقویٰ کی وصیت فرماتے رہے آپکے آخری کلمات میں چند نصیحت آمیز کلمے یہ ہیں۔ خدا کے تمام بندوں پر شفقت کرو میٹھی بات کرو ایسا ہی خدا نے حکم دیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا ورنہ شریر لوگ تم پر مسلط کر دیئے جائینگے پھر تم دعا کروگے مگر قبول نہ ہوگی۔ باہم ملے جلے رہو بے تکلف اور سادگی پسند رہو خبردار ایک دوسرے سے نہ کٹنا اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا نیکی اور تقویٰ پر باہم مددگار رہو مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرو۔ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! خدا تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی اکرمؐ کے طریقہ پر قائم رکھے۔ میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں تمہارے لئے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں۔

اس کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور منبر سلونی کا خطیب ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اور ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے جب امیر المومنین کی شہادت کی خبر سنی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔ اب عرب جو چاہیں کریں اب انھیں روکنے والا نہیں رہا۔ امیر المومنینؑ کے کردار کی جس قدر جامع تعریف اس مختصر جملے میں ہے وہ نہایت ہی قابل غور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علیؑ کی ذات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مرکز تھی جو آپ کی وجہ سے طاقتور تھا اور باطل کو آپ کے سامنے سر اٹھانے کی جرأت نہ تھی آپ کے دنیا سے اٹھ جانے سے عرب اپنی من مانی کرنے کے لئے آزاد ہو گئے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر سوانح حیات

جامع نہج البلاغہ

علامہ شریف سید رضی علیہ الرحمۃ

سید رضی علیہ الرحمۃ کی زندگی کا ہر پہلو ان کے آباؤ اجداد کے کردار کا آئینہ اور ان کی سیرت کا ہر رخ ائمۂ اطہار کی پاکیزہ زندگی کا نمونہ تھا۔ وہ اپنے علمی تبحر، عملی کمال، پاکیزگی اخلاق اور حسن سیرت و استغفار نفس کی دل آویز اداؤں میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ نگاہیں انکی خوبی و زیبائی پر جم کر رہ جاتی تھیں اور دل اس ورثہ دار عظمت و رفعت کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

ابتدائی زندگی آپ کا نام محمدؒ، لقب رضی اور کنیت ابوالحسن تھی ۳۵۹ھ میں سرزمین بغداد میں پیدا ہوئے اور ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم و ہدایت کا مرکز اور عزت و شوکت کا محور تھا۔

خاندانی حالات:۔ آپ کے والد بزرگوار ابواحمد حسین تھے جو پانچ مرتبہ نقابت آل ابی طالب کے منصب پر فائز ہوئے اور بنی عباس و بنی امیہ کے دور حکومت میں یکساں عظمت و بزرگی کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے چنانچہ ابونصر بہاؤالدولہ ابن بویہ نے انھیں الطاہر الاوحد کا لقب دیا اور ان کی جلالت علمی و شرافت نسبی کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔ انکا خاندانی سلسلہ صرف چار واسطوں سے امامت کے سلسلۂ زریں سے مل جاتا ہے جو اس شجرہ نسب سے ظاہر ہے۔ ابوحسین ابن موسٰی ابن محمد ابن ابراہیم ابن امام موسٰی کاظمؑ۔

آپکے والد ماجد ۲۵ جمادی الاول سنہ ۴۰۰ھ میں ستانوے برس کی عمر میں اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کر گئے آپکو حائر حسینی میں دفن کیا گیا۔

آپ کی وفات پر ابو العلا معری نے انکا مرثیہ کہا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

انتم ذووا لنسب القصیر فطولکم

باد علی الکبراء والاشراف

ترجمہ:۔ "تمہارے اور امام کے درمیان بہت تھوڑے سے وسائط حائل ہیں اور تمہاری بلندیاں اکابر و اشراف پر نمایاں ہیں"۔

آپکی والدہ معظمہ کی شرافت و بلندی مرتبہ کی طرف آگے چل کر اس ہی کتاب میں مزید روشنی ڈالی جائیگی اس جگہ پر صرف شجرۂ نسب درج کیا جاتا ہے۔ فاطمہ بنت الحسین بن حسن اناصر ابن علی ابن حسن ابن عمر ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔

ایسے نجیب الطرفین بلند مرتبت و مرتبہ والے ماں اور باپ کی اخلاقی نگہداشت و حسن تربیت کے ساتھ آپکو استاد و مربی بھی ایسے نصیب ہوئے جو اپنے وقت کے ماہرینِ باکمال اور ائمہ فن مانے جاتے تھے۔ جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔

<u>تعلیم و تربیت</u>:۔ علامہ سید رضی نے بچپن میں قواعد نحو حضرت حسن ابن عبداللہ سیرانی سے پڑھا جو اپنے زمانہ کے قواعد نحو و لغت اور عروض و قوافی میں استاد کامل تھے آپ نے کتاب سیبویہ کی شرح اور متعدد کتابیں بھی لکھی ہیں۔ آپ کے متعلق ایک بڑا مشہور نحوی لطیفہ ہے کہ ایک دن حلقۂ درس میں نحوی اعراب کی مشق کراتے ہوئے سید رضی سے پوچھا کہ "اذا قلنا رایت عمر فما علامۃ نصب عمر"۔ جب ہم رایت عمر کہیں تو اس میں علامت کیا ہوگی؟" اس جملہ پر علامہ سید رضی نے برجستہ جواب دیا "بغض علی" اس جواب پر سیرانی اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت و طباعی پر دنگ رہ گئے۔ حالانکہ ابھی آپ کا سن دس سال کا بھی نہ تھا۔

"سالے کہ نکو است از بہارش پیدا"

۱۔ **ابواسحاق ابراہیم** احمد بن محمد طبری بڑے پایہ کے فقیہہ و محدث اور علم پرور جوہر شناس عالم گزرے ہیں۔ علامہ سید رضی نے آپ سے درسِ قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی۔

۲۔ **علی ابن عیسٰی ربعی** ۔ علوم عربیہ کے ماہر۔ دیوانِ متنبی کی شرح اور اصول و فقہ جیسی متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ علامہ رضی نے آپ کی سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان سے ایضاح ابوعلی اور عروض و قوافی کی چند کتابیں پڑھیں۔

۳۔ **ابوالفتوح عثمان ابن جنی** علوم عربیہ کے ماہر۔ دیوان متنبی کے شرح اور اصول و فقہ جیسی کتابوں کے مصنف۔ وقت کے مانے ہوئے عالم سید رضی نے آپ سے بھی بھرپور استفادہ حاصل کیا۔

۴۔ **ابوبکر محمد ابن موسٰی خوارزمی** آپ اپنے وقت کے مرجع درس اور صاحب فتوٰی تھے علامہ رضی نے آپکی ثبوت سے بھی فیض اٹھایا۔

۵۔ **ابوعبداللہ شیخ مفید عالم علیہ الرحمتہ** علامہ سید رضی کے اساتذہ میں آپ سب سے بلند منزلت کے حامل تھے۔ علم و فقاہت اور مناظرہ و کلام میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً دو سو کتابوں سے زیادہ یادگار چھوڑی ہیں۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے شیخ مفید کو خواب میں علامہ رضی کو تعلیم دینے کی ہدایت کی۔

ابن ابی الحدید نے سعد ابن فخار سے نقل کیا ہے کہ ایک رات شیخ مفید علیہ الرحمہ نے خواب

ؔ نصب علامت اعرابی ہے اور اسکے معنی ناصبیت کے بھی ہیں اور علامہ نے اس نقطہ کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

بحوالہ نہج البلاغہ مرتبہ سید انصار حسین (ماہلی)

دیکھا کہ جناب خاتونِ جنت سیدہ عالم فاطمہ زہراؑ حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام کے ہمراہ مسجد کرخ میں تشریف لائیں اور ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے شیخ میرے ان بچوں کو علم فقہ و دین کی تعلیم دو۔ شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حیرت و استعجاب نے گھیر لیا اور ذہن خواب کی تعبیر میں الجھ کر رہ گیا۔

اسی عالم میں صبح ہوگئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ علامہ رضی کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت الحسین اپنی کنیزوں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے ہمراہ دو چھوٹے چھوٹے لڑکے ہیں جن کا نام سید مرتضیٰ اور سید رضی۔ شیخ مفید آپ کو دیکھ کر تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔

جب آپ قریب آئیں تو شیخ مفید علیہ الرحمہ سے ارشاد فرمایا اے شیخ میں ان بچوں کو آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں، آپ انھیں علوم دینی سے روشناس کرائیں۔ یہ سن کر آپ کی نظروں میں رات کا منظر گھومنے لگا۔ مجسم تعبیر نگاہوں کے سامنے موجود تھی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے پھر آپ نے حاضرین کو اپنا رات کا خواب بیان کیا جسے سُن کر دم بخود رہ گئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اسی دن سے انھیں اپنی توجہ کا مرکز خاص بنا لیا۔ اور ان صاحبزادوں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و فضل میں وہ بلند مقام حاصل کیا جسکی رفعت اپنے ہی کو نظر نہ آتی تھی بلکہ دوسرے بھی نظریں اٹھا کر دیکھتے رہ جاتے تھے۔

سیّد رضی علیہ الرحمتہ کی علمی فضیلت

علامہ سید رضی علم و فضیلت میں یگانۂ روزگار ہونے کے ساتھ ایک بہترین انشاپرداز اور بلند پایہ سخن طراز بھی تھے چنانچہ ابو حکیم خبری نے آپکے جواہر پاروں کو چار ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے۔ جو شوکت الفاظ سلاستِ بیان حسنِ ترکیب اور بلندیٔ اسلوب میں اپنا جواب نہیں اور پرکھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ انھوں نے لوح ادب پر جو بیش بہا موتی ٹانکے ہیں ان کے سامنے کلام عرب کی چمک دمک ماند پڑ گئی اور

بلاشبہ یہ کہا سکتا ہے کہ قریش بھر میں ان سے بہتر کوئی ادیب و سخن داں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن سید رضی علیہ الرحمۃ نے کبھی اسے اپنے لئے وجہ باوش و افتخار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دوسرے کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے انکی طبع موزوں کی روانیوں کی اتنی اہمیت دی جا سکتی ہے کہ شعر و سخن کو ان کے لئے وجہ فضیلت سمجھ لیا ہے البتہ انھوں نے اپنے مخصوص طرز نگارش میں جو علمی و تحقیقی نقش آرائیاں کی ہیں ان کی افادیت و معنویت کا پایہ اتنا بلند ہے کہ انھیں سید رضی کی بلند نظری کا معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے اور ان کی تفسیر کے متعلق تو ابن خلکان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یتعوذ وجود مثلہٗ اس کی مثل پیش کرنا دشوار ہے انھوں نے اتنی مختصر سی عمر میں جو علمی و ادبی نقوش ابھارے ہیں وہ علم و ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔

علامہ سید رضی علیہ الرحمۃ کی چند تصنیفات

۱۔ حقائق التاویل تلخیص اللبیان عن مجاز القرآن ۔ ۲۔ مجازات الآثار النبویہ خصائص الائمہ۔ ۳۔ حاشیہ خلاف الفقہا۔ ۴۔ حاشیہ ایضاح مگر ان تمام تصنیفات میں آپ کی تالیف کردہ کتاب "نہج البلاغہ" کا پایہ سب سے بلند ہے۔ کہ جس میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبات۔ توقیعات نصائح۔ کے انمول موتیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔

سید رضی کے علمی خد و خال کو ان کی حمیت و خودداری اور عالی ظرفی و بلند نظری نے اور بھی نکھار دیا تھا انھوں نے زندگی بھر بنی امیہ کے انتہائی اصرار کے باوجود ان کا کوئی صلہ و جائزہ قبول نہیں کیا اور نہ کسی کے زیر بار احسان ہو کر اپنی آن میں فرق اور نفس میں جھکاؤ آنے دیا۔

بچہ کی ولادت پر بادشاہِ وقت کی بخشش !

ایک مرتبہ علامہ رضی علیہ الرحمہ کے یہاں بچہ کی ولادت ہوئی تو اس زمانہ کے رسم ورواج کے مطابق ابو غالب فخرالملک وزیر بہاءالدولہ نے ایک ہزار دینار بھجوائے اور طبیعت شناس ومزاج آشنا ہونے کی وجہ سے کہلوا بھیجا کہ دایہ کے لئے بھیجے جارہے ہیں مگر آپ نے وہ دینار واپس کردیئے اور یہ جواب دیا کہ ہمارے یہاں یہ دستور نہیں کہ غیر عورتیں ہمارے حالات پر مطلع ہوں اس لئے دوسری عورتوں سے یہ خدمت مطلق نہیں لی جایا کرتی۔ بلکہ ہمارے گھر کی بڑی بوڑھیاں خود ہی اسے سرانجام دے لیا کرتی ہیں۔ اور وہ اس کے لئے کوئی ہدیہ واجرت قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتیں۔

ابھی عزتِ نفس واحساس رفعت نے انہیں سہارا دے کر جوانی ہی میں وہ قدر وعظمت کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا کہ عمرِ طویل کی کارگزاریوں کی آخری منزل ہو سکتی ہے۔

ابھی ۲۱ سال کی عمر تھی کہ آل ابی طالب کی نقابت اور حجاج کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے اس زمانہ میں یہ دونوں منصب بہت بلند سمجھے جاتے تھے خصوصاً نقابت کا عہدہ تو اتنا ارفع واعلیٰ تھا کہ نقیب کو حدود کے اجراء امورِ شرعیہ کے نفاذ باہمی تنازعات کے تصفیہ اور اس قبیل کے تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے اور اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہوتا تھا کہ وہ سادات کے نسب کی حفاظت اور ان کے اخلاق واطوار کی نگہداشت کرے اور آخر میں تو ان کی نقابت کا دائرہ اتنا ہمہ گیر ووسیع ہوگیا تھا کہ مملکت کا کوئی شہر اس سے مستثنیٰ نہ تھا اور نقیب النقباء کے نام سے یاد کئے جانے لگے تھے عمر کی ابھی سینتالیس منزلیں ہی طے کرنے پائے تھے کہ ۴۰۶ھ میں موت نے ان کے دروازے پر دستک دی اور یہ وجود گرامی یہ دانۂ علیؑ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے روپوش ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپکے بھائی سید مرتضیٰ آپکی موت کا غم نہ برداشت کر سکے:

آپ کے بڑے بھائی علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے جس وقت یہ روح فرسا منظر دیکھا تو تاب و توانائی نے ان کا برا حال کر دیا۔ آپ اس غم کو برداشت نہ کر سکے۔ شدتِ غم سے بیقرار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے جدِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر آکر بیٹھ گئے۔ چنانچہ نمازِ جنازہ ابو غالب فخر الملک نے پڑھائی جس میں تمام اعیان و اشراف اور علماء و قضاۃ نے شرکت کی۔ اس کے بعد علم الہدیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکلوں سے انھیں واپس لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ اس غم پر آپ نے ایک مرثیہ کہا جو قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ جس کا ایک شعر درج ہے۔

لِلّٰہ عمرک من قصیر طاہر

ولوب عمر طال بالا و ناس

ترجمہ:۔ "تمہاری چھوٹی مگر پاک و پاکیزہ عمر کی خوبیوں کا کیا کہنا اور بہت سی عمریں گندگیوں کے ساتھ بڑھ جایا کرتی ہیں"

قرآن مجید اور مجموعہ ہائے احادیث نبوی کے بعد مسلمانوں کی عظیم کتاب

نہج البلاغہ

علامہ سید رضی علیہ الرحمتہ (ابوالحسن بن حسین الموسوی) (۳۵۹ھ - ۴۰۶ھ) نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خطبات، مکاتیب اور اقوال کے مجموعہ کو مختلف کتابوں اور روایتوں سے، نہج البلاغہ کے نام سے جمع کیا جو قرآن مجید اور مجموعہ ہائے احادیث نبوی کے بعد مسلمانان عالم کی سب سے بڑی اور عظیم کتاب ہے۔ اس کتاب میں حضرت علی علیہ السلام نے کائنات کی تمام چیزوں پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے انکی تفصیل اس طرح ہے۔

- حضرت علیؑ نے ۱۰۲ آیات قرآنی یا ان کے تراکیب اور جملے اپنے کلام میں استعمال کئے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۴۸ احادیث رسولؐ سے اپنے کلام کو زینت دی۔
- حضرت علیؑ نے ۲۹ عقائد اسلامی پر گفتگو کی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۱۳۴ احکام شریعت اور ان کے معاد پر گفتگو کی ہے۔
- حضرت علیؑ نے ۶۵ اجتماعی نصائح فرمائے۔
- حضرت علیؑ نے ۱۲ دعائیں تقریروں کے دوران فرمائی ہیں۔
- حضرت علیؑ نے چودہ (۱۴) مشہور شعرائے عرب کے اشعار اور مصرعے اپنے کلام میں استعمال کئے ہیں۔
- حضرت علیؑ نے ۱۷ مردوں، عورتوں اور قبائل وغیرہ کے نام استعمال کئے ہیں۔

★ حضرت علیؑ نے ۶۵ حیوانات اور حشرات الارض پر گفتگو فرمائی۔

★ حضرت علیؑ نے ۱۵ جواہر و معدنی اشیاء پر گفتگو کی ہے۔

★ حضرت علیؑ نے ۴۳ شہروں اور مقامات کا تذکرہ فرمایا ہے

★ حضرت علیؑ نے ۱۴ حوادث پر گفتگو کی ہے۔

★ سید رضی نے نہج البلاغہ میں ۲۴۱ خطبے اور ارشادات جمع کئے ہیں

★ سید رضی نے ۷۹ مکاتیب اور تحریریں جمع کی ہیں۔ یہ کارنامہ علامہ سید رضی نے ۴۰۲ھ میں انجام دیا تھا۔ علماء مصر، عراق، لبنان، ایران و ہند نے تحقیقات کے بعد بطور "استدراک" مزید خطبات و مکتوبات منقولات صدہا کتابوں سے تحقیق کے بعد جمع کئے ہیں۔ جنمیں علامہ عراق کی تصانیف مثلاً مستدرک نہج البلاغہ کے علاوہ اردو ترجمہ نہج البلاغہ مطبوعہ لاہور کے ساتھ مولانا عرشی رامپوری اور ان کے شاگردوں کے تحقیقی کارنامہ پیش لفظ مقدمات استناد و رجال و رسائل اور تحقیقی خدمات اور سرکار سعید الملت کی کتاب مسانید العصمۃ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

★ ۲۰۶ شارحین نہج البلاغہ نے ۱۳۰۰۵ الفاظ و کلمات کی شرح لکھی ہے جو حضرت علیؑ نے استعمال فرمائے ہیں۔

★ شارحین، نہج البلاغہ میں سب سے مشہور علی ابن ناصر (معاصر سید رضیؒ)۔ ابوالحسن بیہقی، امام فخر الدین رازی، قطب راوندی، علامہ میثم بحرانی اور ابن ابی الحدید۔ شرح ابن ابی الحدید سب سے ضخیم کتاب ہے اور بار بار شائع ہو چکی ہے۔ یہ شرح ہونے کے علاوہ تاریخ کی کتاب بھی ہے

★ برصغیر میں اردو تراجم میں مولانا ظفر مہدی حائری (مرحوم) مولانا محمد صادق مدظلہ، مولانا ذاکر حسین بریلوی۔

مرزا یوسف حسین لکھنوی ۔ مولانا مفتی جعفر حسین صاحب ، رئیس احمد جعفری ندوی مولانا مرتضیٰ حسین افاضل اور دوسرے محترم افاضل کے نام ناقابل فراموش ہیں

★ نہج البلاغہ اور اقوال علیؑ کا ترجمہ انگریزی فرانسیسی ۔ اسپینی ڈچ ، ترکی ۔ انڈونیشی ۔ سندھی ہندی اور ملائی زبانوں میں بار بار شائع ہوئے ۔

• نہج البلاغہ توحید ۔ نبوت تعلیمات و اخلاقِ اسلامی کا ایک ایسا ادبی شاہکار ہے جس کو علمائے اسلام مثلاً علامہ ابن ابی الحدید اور سید جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ وغیرہ انسانی کلام سے بالاتر اور الٰہی کلام سے نیچے کا درجہ دیتے ہیں ۔

(تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق)

★ مالک اشتر کے نام آپکا مکتوب اسلامی حکمرانی اور حکومتِ عادلہ کا مثالی دستور ہے ۔ مختلف حکومتوں نے بشمول حکومتِ پاکستان نے اپنے افسروں کو اس کا ترجمہ بغرضِ استفادہ بھیجا ہے ۔ چودھری فضل حق سابق انسپکٹر جنرل پولیس نے پولیس اکیڈمی کے لئے کورس میں شامل کرنے کے لئے حکومت سے درخواست کی ہے ۔

★ ترکی مصری اور مغربی حکومتوں نے اصل عربی مکتوب بطور ہدایت نامہ حکمرانی کے طور پر شائع کیا ہے ۔

★ ، نہج البلاغہ کے ہزار قلمی نسخوں کے علاوہ آغاز طباعت سے اب تک اسلامی ممالک میں اس کے ۰۰ اسو سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ۔

★ ، نہج البلاغہ کے قدیم ترین نسخے علمائے اسلام کی تصدیق و تصحیح و تحریر اور سلاطین کی مہروں کے ساتھ موزۂ توپ کاپی کتب خانہ رام پور ۔ برٹش میوزیم لندن کتب خانہ رضویہ مشہد مقدس ۔ کتب خانہ جامع ازہر قاہرہ ۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ۔ لٹن لائبریری علیگڈھ ۔ کتب خانہ شیخ الاسلام مدینۂ منورہ وغیرہ میں

اور چھٹی صدی ہجری کا ایک نسخہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں موجود ہے پاکستان ہندوستان اور ایران میں لاتعداد اور نایاب نسخے بھی موجود ہیں

★ یہ آثار علمی ہیں اس ہستی کے جسکو ذات والاصفات ختمی مرتبتؐ نے اپنے شہر علم کا دروازہ فرمایا تھا انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا (نور الابصار شیلنجی وغیرہ)

★ ڈاکٹر صبحی صالح صدر شعبہ اسلامیات و فقہ اللغۃ جامع لبنان نے حال ہی میں بڑی تحقیق و تدقیق سے نہایت دیدہ زیب، نہج البلاغہ کا ایک نسخہ شائع کیا ہے جس میں تحقیق کا حق ادا کر کے لکھا ہے کہ آج علمائے مسلمین کو ان میٹھے اور لذیز جملوں کا سہارا لے کر مسلمانوں کو اللہ سے اعتصام کی دعوت دینا چاہیئے کہ اللہ سے کسی قسم کا شرک نہ کرو۔ اور محمدؐ کی سنت و سیرت کو ضائع نہ کرو۔ ان ستونوں کو قائم رکھو آپ کے نقش قدم پہ چلنے والوں کا ساتھ نہ چھوڑو توحید و نبوت کے ان چراغوں کو روشن رکھو"۔ ایکبار پھر ڈاکٹر صالح تحریر فرماتے ہیں"۔ وہ علیؑ ہی تھے جن کو جنگ صفین میں بھی وحدت امت کا خیال تھا۔ اور فرماتے تھے کہ اگر تمہارا دین ضائع ہو گیا تو پھر جتنی بھی دنیا تم نے بچا رکھی ہے وہ تمہارے کسی کام نہ آئیگی۔ وہ علیؑ جو دوستی کے دعویداروں سے کہتے تھے کہ اگر تم حد سے بڑھ گئے اور میری منزلت حقیقی کو نہ سمجھے تو دین گیا اور دشمنوں سے کہتے تھے کہ اگر تم نے منزلت گھٹائی تو سب کچھ کھو دیا۔ اور میں کہتا ہوں کہ آج عالم اسلام میں جو دانشوری اور علوم کی شمعیں روشن ہیں وہ سب باب مدینۃ العلم کے واسطے سے شمع مدینۃ العلم کے پرتو کا نتیجہ ہیں جن کی نبوت و رسالت کا آغاز اقرار سے ہوا اور جن کی بعثت کا مقصد قرآن نے تعلیم کتاب و حکمت بتایا ہے خدا کا وہ آخری نبیؐ جو تاریخ کی روشنی میں آیا اور جس نے تاریخ کی روشنی عطا کی۔ آنحضرت کی بدولت

علوم نے جو روشنی پائی اور جو نئے علوم اسلامی وجود میں آئے وہ تاریخ اسلام کا ایسا زرّیں باب ہے کہ کوئی دوسری قوم اس کی مثال پیش کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ عالم علوم اوّلین و آخرین کہو

یا حضور کا نام نامی لو ایک ہی بات ہے۔

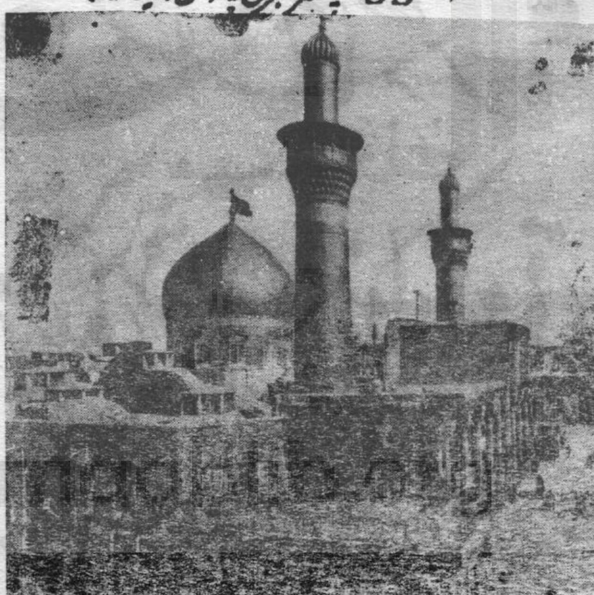
(بشکریہ ضیاء الحسن موسوی مرحوم)

سورۃ ۲۴ النور آیت ۲ سے ۵ پارہ نمبر ۱۸

نہج البلاغہ کی اہمیّت

پولیس افسران کی تربیت کے لئے دورِ جدید کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے، نہج البلاغہ سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔

(فضل حق انسپکٹر جنرل پولیس (ریٹائرڈ)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہج البلاغہ

کی روشنی میں

زندگی کا منظر

حصہ اوّل

زندگی سنوارنے کے انمول موتی

ارشاد امیر المومنینؑ جسے اس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اُسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہج البلاغہ کی روشنی میں ہم کیسے جیئیں

زندگی کو سنوارنے کے لئے ان اصولوں پر عمل ضرور کیجئے

الف

ایمان:۔ (فقرہ ۱؎ ۲۲۷) فرمایا ایمان دل سے پہچاننا۔ زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنا ہے۔

اخوت:۔ (فقرہ ۱۹) لوگوں میں بہت درماندہ ہے جو اپنی عمر میں کچھ بھائی (ساتھی دوست) اپنے لئے نہ حاصل کر سکے اور اس سے بھی زیادہ درماندہ وہ ہے جو پاکر (حاصل) کر کے اُسے کھو دے۔

افواہ:۔ (فقرہ ۳۵) جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے کہ جو انھیں ناگوار گزریں تو پھر وہ اس کے لئے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنھیں وہ جانتے ہیں

آخرت:۔ فقرہ نمبر ۱۴۴:۔ خوشا نصیب اس کے جسنے آخرت کو یاد رکھا حساب کتاب کے لئے عمل کیا۔ ضرورت بھر قناعت کی اور اللہ سے راضی و خوشنود رہا۔

فقرہ ۲۔ (۲۵۱) فرمایا دنیا کی تلخی آخرت کی خوشگواری ہے اور دنیا کی خوشگواری آخرت کی تلخی ہے۔

انسان کا دل:۔ فقرہ ۵۰ فرمایا لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں جو ان کو سدھائے گا ان کی طرف جھکیں گے (دل پیار سے جیتو)

اقبال:۔ فقرہ ۱۵: فرمایا جبتک تمہارے نصیب یاور ہیں! تمہارے عیب

۱؎ سے مراد جناب امیر کا ارشاد ہے۔

ٹھکے ہوئے ہیں۔ (اپنے اقبال پر غور مت کرو)

ادب :- (فقرہ ۴۹۵) فرمایا ادب (علم) سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں۔

اصلاح :- (فقرہ ۸۹) فرمایا جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک کر لیا تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے گا۔ اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا۔ تو خدا اس کی دنیا بھی سنوار دے گا اور جو خود اپنے آپ کو وعظ و پند کرے تو اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

احساس فرائض :- (فقرہ ۱۰۵) فرمایا اللہ نے چند فرائض ہم پر عائد کئے ہیں۔ انھیں ضائع نہ کرو۔ تمہارے حدود کار مقرر کر دیتے ہیں۔ اُن سے تجاوز نہ کرو اُس نے چند چیزوں سے تمہیں منع کیا ہے۔ اس کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا انہیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا خواہ مخواہ انھیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

آزمائش (ایکر اور دیکھو) :- فقرہ ۱۱۶) فرمایا کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنھیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سُنکر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے

انجام :- (فقرہ ۱۵۱) فرمایا ہر شخص کا ایک انجام ہے اب خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ۔

اصلاح دوست (فقرہ ۱۵۰) فرمایا اپنے بھائی کو شرمندہ احسان بنا کر سرزنش نہ کرو اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو۔

احتیاط :- (فقرہ ۱۷۱) فرمایا بسا اوقات ایک دفعہ کا کھانا بہت دفعہ کے کھانوں سے مانع ہوتا ہے۔

احتیاط :- (فقرہ ۱۸۱) احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے اور کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی

اقتدار:۔ (فقرہ ۲۱۶) فرمایا جو منصب پا لیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

انقلاب زمانہ:۔ فقرہ (۲۱۷) فرمایا حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر کھلتے ہیں۔

احسان کا بدلہ:۔ (فقرہ ۲۳۲) اللہ کی جانب سے، فرمایا جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اُسے با اقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

افراط و تفریط نعمت (فقرہ ۲۴۵)۔ جب مقدرت بڑھ جاتی ہے خواہش گھٹ جاتی ہے۔

ب

بیوقوف:۔ (فقرہ ۱۴) فرمایا ہر فتنہ میں پڑ جانیوالا قابل اطاعت نہیں ہوتا۔

بوڑھے کی رائے (فقرہ ۸۶) فرمایا بوڑھے کی رائے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے

بری چھ خصلتیں:۔ (فقرہ ۱۲۶) فرمایا مجھے تعجب ہوتا ہے (۱) کہ بخیل پر کہ وہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے اسی کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے۔ اور جس دولت کی اُسے طلب تھی وہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولتمندوں کا سا اُس سے محاسبہ ہوگا۔

(۲) مغرور (متکبر) پر تعجب ہے جو کل ایک نطفہ تھا اور (آنے والے) کل کو ایک مردار (مر جائے گا) گا

(۳) کہ جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اس کے وجود میں شک کرتا ہے

(۴) کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھولے ہوئے ہے

(۵) جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کرتا ہے۔

(۶) جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے۔ اور منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

بیکار عمل:۔ فقرہ ۱۴۵) فرمایا بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کا ثمرہ

بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور بہت سے عابد شب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں عبادت کے نتیجہ میں جاگنے اور زحمت اٹھانے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ زیرک و دانا لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابل ستائش ہے

بدکاری کی سرزنش:۔ (فقرہ ۱۷۷) فرمایا محسن کو احسان کا بدلہ دے کر بدکار کی سرزنش کرو (مطلب یہ کہ بدکار کے دل میں نیکی کا شوق پیدا ہو)

بخل:۔ (فقرہ ۳۷۷) فرمایا بخل تمام عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی مہار ہے جس کو ہر برائی کی طرف کھینچ کر لے جایا جا سکتا ہے۔

بخل کا انجام: (فقرہ ۱۹۵) (یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ اس گندگی کے پاس سے گزرے جو کوڑے کے ایک ڈھیر پر پڑی تھی) فرمایا یہ ہے وہ مال جسے خرچ کرنے میں بخیلوں نے بخل کیا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اشارہ کیا کہ یہ وہ مال ہے جس کے تم کل تک دلدادہ تھے۔

بردباری:۔ (فقرہ ۲۰۶) فرمایا بُردباری کو پہلا عوض یہ ملتا ہے کہ لوگ جہالت دکھانے والے کے خلاف اس کے طرفدار ہو جاتے ہیں۔

(فقرہ ۲۰۷) ۲۔ فرمایا کہ اگر تم بردبار نہیں ہو تو بظاہر بردبار بننے کی کوشش کرو۔ کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور ان میں سے نہ ہو جائے۔

حل (مطلب یہ ہے کہ اگر انسان طبعاً حلیم و بردبار نہ ہو تو اسے بردبار بننے کی کوشش کرنی چاہیئے اس طرح کہ اپنی افتادِ طبیعت کے خلاف حلم و بردباری کا مظاہرہ کرے۔ اگرچہ اُسے طبیعت کا رخ موڑنے میں کچھ زحمت محسوس ہوگی۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ حلم طبعی خصلت کی صورت اختیار کرے گا اور پھر تکلف کی حالت نہ رہے گی کیونکہ

عادت رفتہ رفتہ طبیعت ثانی بن جاتی ہے

بادشاہ کا مصاحب:۔ فقرہ ۲۶۳) فرمایا بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا ہو لوگ اس کے مرتبہ پر رشک کریں لیکن وہ اپنے موقف سے خوب واقف ہے کہ کب شامت آسکتی ہے۔

بیوقوف کی ہمنشینی:۔ (فقرہ ۲۹۳) فرمایا بے وقوف کی ہمنشینی اختیار نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے سامنے اپنے کاموں کو سجا کر پیش کرے گا۔ اور وہ یہ چاہے گا کہ تم اسی کے ایسے ہو جاؤ۔

بے عمل:۔ فقرہ ۳۳۷) فرمایا جو عمل نہیں کرتا اور دعا مانگتا ہے وہ ایسا ہے جیسے بغیر چلّہ کمان کے تیر چلانے والا۔

بے فائدہ سوال:۔ (فقرہ ۳۴۶) فرمایا جو بات نہ ہونے والی ہو اُس کے متعلق سوال نہ کرو اس لئے کہ جو ہے وہی تمہارے لئے کافی ہے

بہترین و بدترین امت کے عقائد کا محاکمہ (فقرہ ۳۷۷) فرمایا اس امت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ گھاٹا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھتے ہیں اور امت کے بہترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ اور کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

بھلائی برائی کا انجام:۔ (فقرہ ۳۸۷) فرمایا وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو۔ اور وہ برائی برائی نہیں جس کے بعد جنّت ہو۔ جب جنّت کے سامنے ہر نعمت ھیچ اور دوزخ کے مقابلے میں ہر مصیبت راحت ہے۔

باپ بیٹے کے حقوق:۔ (فقرہ ۳۹۹) فرمایا ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے۔ بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت

کے ہر بات میں اس کی اطاعت کرے اور باپ کا بیٹے پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے ۔ اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے اور قرآن کریم کی اسے تعلیم دے

بڑائی جتانا: (فقرہ ۴۰۲) فرمایا ایک ہمکلام ہونے والے سے جس نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک بات کہی تھی (اس پر آپ نے فرمایا) تم پر نکلنے سے پہلے ہی اڑنے لگے ۔ اور جوان ہونے سے پہلے بلبلانے لگے ۔

بے چارگی: (فقرہ نمبر ۴۱۹) فرمایا بیچارہ آدمی کتنا بے بس ہے ۔ موت اس سے نہاں بیماریاں اس سے پوشیدہ اور اس کے اعمال محفوظ ہیں ۔ مچھر کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے ۔ اچھو لگنے سے مر جاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے ۔

بخشش کا مستحق شریف: (فقرہ ۴۳۶) فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ کرم و بخشش کا وہ اہل ہے جسکا رشتہ اشراف سے ملتا ہے ۔

بلند ہمتی کا نتیجہ: (فقرہ ۴۶۰) بردباری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں ۔

بد ترین بھائی: (فقرہ ۴۷۹) بد ترین بھائی وہ ہے جسکے لئے زحمت اٹھانا پڑے ۔

"پ"

پیش قیاسی: (فقرہ نمبر ۷۶۵) فرمایا جب کسی کام میں اچھے برے کام کی پہچان نہ رہے تو آغاز کو دیکھکر انجام کو پہچان لینا چاہیئے ۔

پیشگوئی: ۱۔ (فقرہ نمبر ۱۰۳) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئیگا جسمیں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیب بیان کرنے والا ہو اور وہی خوش خلق سمجھا جائیگا جو فاسق و فاجر ہو اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائیگا صدقہ کو لوگ خسارہ اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے ۔ اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کے لئے ہوگی ۔ ایسے زمانے میں

حکومت کا دار و مدار عورتوں کے مشورے نو خیز لڑکوں کی کارفرمائی اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہو گی۔

۲۔ (فقرہ نمبر ۳۶۹) فرمایا لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب اُن میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اس وقت صرف مسجدیں تعمیر و زینت کے لحاظ سے آباد اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان میں ٹھہرنے والے اور انہیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں سب سے بدتر ہوں گے وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں گے جو اُن کے فتنوں سے منہ موڑے گا انھیں ان ہی فتنوں کی طرف پلٹائیں گے اور جو قدم پیچھے ہٹا رہے گا انھیں دھکیل کر ان کی طرف لائیں گے۔ ارشاد الہی ہے کہ مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس میں حلیم و بردبار کو حیران و سرگرداں چھوڑ دوں گا چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے عفو کے خواستگار ہیں۔

۳۔ (فقرہ نمبر ۴۶۸) لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانیوالا دور آئے گا جس میں مالدار اپنے اپنے مال میں بخل کرے گا۔ حالانکہ اسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو۔ اس زمانے میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور مجبور و بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (یعنی انکی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کی بنا پر) اونے پونے سودا خریدنے کو منع کیا ہے۔

پسماندگان:

(فقرہ نمبر ۲۶۴) فرمایا دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی دوسرے نظر شفقت ڈالیں۔

پرسہ:

۱۔ (فقرہ ۲۹۱) فرمایا اشعث ابن قیس کو اس کے بیٹے کا پرسہ دیتے ہوئے۔ اے اشعث! اگر اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو۔ تو یہ خون کا رشتہ سزاوار ہے اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔ اے اشعث! اگر تم نے

صبر کیا تو تقدیر الٰہی نافذ ہوگی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے حقدار ہوگے اور اگر چیخے چلائے جب بھی حکم قضا جاری ہو کر رہے گا مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔ تمہارے لئے بیٹا موت کا سبب ہوا حالانکہ وہ ایک زحمت اور آزمائش تھا اور تمہارے لئے رنج و اندوہ کا سبب ہوا حالانکہ مرنے سے تمہارے لئے اجر و رحمت کا باعث ہوا۔

فقرہ ۳۵۷ (۲) حضرت نے ایک جماعت کو ان کے مرنے والے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس موت کی ابتدا تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہا تم پر ہے یہ تمہارا ساتھی مصروف سفر تھا اب بھی یہی سمجھ کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے اگر وہ آگیا تو بہتر ورنہ تم خود اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔

پتھر کا جواب پتھر سے:۔ (فقرہ نمبر ۳۱۴) فرمایا جدھر سے پتھر آئے اسے ادھر ہی پلٹا دو۔ کیونکہ سختی کا دفعیہ سختی ہی سے ہو سکتا ہے۔

پاک دامنی:۔ فقرہ نمبر ۳۴۵) فرمایا گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاک دامنی کی ہے۔

پاکیزہ خصلت:۔ (فقرہ نمبر ۴۴۵) فرمایا اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو تو ویسی ہی دوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

ت

تدبیر:۔ ۲۔ فقرہ ۴۵۹) فرمایا تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازہ پر غالب آجاتی ہے یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بنجاتی ہے۔

۲۔ (فقرہ نمبر ۲۷۳) فرمایا پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کسی بندے کے لئے چاہے اس کی تدبیریں بہت زبردست۔ اس کی جستجو شدید اور اس کی ترکیبیں طاقتور ہوں اس سے زیادہ رزق قرار نہیں دیا جتنا کہ تقدیر الٰہی میں اس کے لئے مقرر ہو چکا ہے اور کسی بندے کے لئے اس کی کمزوری و بیچارگی کی وجہ سے لوح محفوظ

میں اس کے لئے مقررہ رزق کے پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اور اس پر عمل کرنے والا سود و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے بہت سے وہ جنہیں نعمتیں ملیں ہیں نعمتوں کی بدولت کم سے کم عذاب کے نزدیک کئے جا رہے ہیں اور بہت سوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے پردوں میں لطف و کرم شامل حال ہے۔ لہٰذا اے سننے والے شکر زیادہ جلد بازی کم کر اور جو تیری روزی کی حد ہے اس پر ٹھہرا رہ۔

ترکِ تمنّا:- (فقرہ ۳۴۴) فرمایا بہترین دولت مندی یہ ہے کہ ترک تمنا کرو۔

توبہ:- ۱۔ (فقرہ نمبر ۸۷) فرمایا اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے۔

۲۔ (فقرہ ۸۸) دنیا میں دو چیزیں عذاب خدا سے باعث امان تھیں ان میں سے ایک اٹھ گئی دوسری تمہارے پاس موجود ہے لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھائی گئی وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے "اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جبتک تم ان لوگوں میں موجود ہو۔ اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتاریگا جب تک کہ یہ لوگ توبہ استغفار کر رہے ہوں گے" (نوٹ) علامہ سید رضی فرماتے ہیں یہ ایک بہترین استخراج لطیف اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے (استخراج و استنباط یعنی فقیہہ کا اپنی سمجھ سے قرآن کے باطنی معنی نکال لینا)

توفیقِ الٰہی:- (فقرہ ۱۳۸) فرمایا جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو وہ عطیہ دینے میں دریا دلی دکھاتا ہے۔

تکلیف کو اہمیت نہ دینا:- (فقرہ ۱۴۳) فرمایا تکلیف سے چشم پوشی نہ کرو ورنہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

تفکر:- (فقرہ نمبر ۳۶۵) فکر ایک روشن آئینہ ہے۔ عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے۔ نفس کی اصلاح کے لئے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لئے بُرا سمجھتے ہو اُن سے بچ کر رہو۔

تحصیل و طلب میں میانہ روی:- (فقرہ ۳۹۳) فرمایا جو دنیا میں تمہیں حاصل ہو اُسے لے لو اور جو چیز رخ پھیرے اس سے منھ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تحصیل و طلب میں میانہ روی اختیار کرو۔

تشہیر باعثِ فتنہ:- فقرہ نمبر ۴۶۲) فرمایا بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اُن کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

"ث"

ثروت:- (فقرہ نمبر ۳۵۵) حضرت کے عمال میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپ نے فرمایا۔ چاندی کے سکوں نے سر نکالا ہے۔ بلا شبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے۔

ثواب و عذاب کی بنیاد:- (فقرہ نمبر ۳۶۸) فرمایا اللہ سبحانہ نے اپنی اطاعت پر ثواب اور اپنی معصیت پر سزا اس لئے رکھی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب سے دور کرے اور جنت کی طرف گھیر کر لے جائے۔

"ج"

جھوٹی آس:- (فقرہ نمبر ۱۸) فرمایا جو شخص امید کی راہ میں بے تحاشہ دوڑتا ہے۔ وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

جہل:- (فقرہ نمبر ۷) فرمایا جاہل کو نہ پاؤ گے مگر یا حد سے آگے بڑھا ہوا اور یا اُس سے بہت پیچھے۔

جانبداری:- (فقرہ ۱۶۰) فرمایا جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے وہ جانبداری کرنے ہی لگتا ہے۔

جرأتِ مردانہ:- (فقرہ ۱۷۵) فرمایا جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اس میں پھاند پڑو۔ اس لئے کہ کھٹکا لگا رہنا اس ضرر سے کہ جس کا خوف ہے زیادہ تکلیف دہ چیز ہے۔

جھگڑا:- (فقرہ ۲۹۰) جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گناہ گار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کے لئے مشکل ہوتا ہے کہ خوف خدا قائم رکھے۔

جاہل نما سائل:- (فقرہ ۳۲۰) ایک شخص نے مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ سمجھنے کے لئے پوچھو الجھنے کے لئے نہ پوچھو کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے وہ مثل جاہل کے ہے۔

جہاد:- نفقرہ (۳۷۵) ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے امیر المومنینؑ کو فرماتے سنا۔ پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے ہاتھ کا جہاد ہے پھر زبان کا پھر دل کا۔ جس نے دل سے برائی کو بُرا نہ سمجھا اُسے الٹ پلٹ کر دیا اس طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا۔

جوئیدہ راپائندہ:- نفقرہ جو شخص کسی چیز کو طلب کرے تو اسے یا اُس کے بعض حصے کو پائے گا۔

جنگ میں مسابقت:- نفقرہ ۲۳۴) امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کسی کو مقابلے کے لئے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو اس لئے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے اور زیادتی کرنے والا تباہ ہوتا ہے۔

جہالت:- (فقرہ ۴۳۸) لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

"چ"

چور کی داڑھی میں تنکا:- (فقرہ ۲۵) جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا چاہی وہ اس کی زبان سے بلیسا ختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرے کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

چاپلوسی:- ۱۔ (خطبہ نمبر ۲۱۴) جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مجھ سے اس طرح کا میل جول نہ رکھو جس سے چاپلوسی اور خوشامد کا پہلو نکلتا ہو۔ میرے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ میرے سامنے کوئی حق بات کہی جائے گی۔ تو گراں گزرے گی اور نہ خیال کرو کہ میں درخواست کروں گا کچھ مجھے بڑھا چڑھا دو۔

۲۔ نقرہ (۳۷) امیر المومنینؑ کا شام کی جانب روانہ ہوتے وقت الکا سامنا مقام انبار کے زمینداروں سے ہوا۔ آپکو دیکھ کر یہ لوگ پیادہ ہو گئے اور آپ کے سامنے دوڑنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا۔ انبار کے زمینداروں نے جواب دیا یہ ہمارا طریقہ ہے۔ جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہونچتا البتہ تم اس دنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو۔ اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے آخرت ہو اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔"

۳۔ (فقرہ ۳۴۷) کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی یا حسد ہے۔

۴۔ (فقرہ ۳۲۲) جب حضرت صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے تو قبیلہ شام کی آبادی سے

ہوتے ہوئے گزرے جہاں صفین کے کشتوں پر رونے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی اتنے میں حرب ابن شرجیل شبامی جو اپنی قوم کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھے حضرت کے پاس آئے تو آپ نے اس سے فرمایا! کیا تمہارا ان عورتوں پر بس نہیں چلتا جو میں (رونے کی آوازیں سن رہا ہوں) اس رونے چلانے سے تم انھیں منع نہیں کرتے۔ حرب آگے بڑھکر حضرت کے ہمرکاب ہولئے در آنحالیکہ حضرت سوار تھے تو آپ نے فرمایا پلٹ جاؤ تم ایسے آدمی کا مجھ ایسے کے ساتھ پیادہ چلنے والے کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے

"ح"

حسب و نسب:- (فقرہ نمبر ۲۲) فرمایا جسے اس کے اعمال پیچھے ہٹادیں اسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

۲- (فقرہ ۳۰۹) جسے عمل پیچھے ہٹائے اُسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا جیسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہوئے آباؤ اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

حکمت، ۱- (فقرہ ۸۰) حکمت مومن ہی کی گمشدہ چیز ہے اُسے حاصل کرو۔ اگر چہ منافق سے لینا پڑے۔

۲- (فقرہ ۷۹) حکمت کی بات جہاں کہیں ہو اسے حاصل کرو۔ کیونکہ حکمت منافق کے سینے میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب تک اس کی زبان سے نکل کر مومن کے سینے میں پہنچکر دوسری حکمتوں کے ساتھ مل نہیں جاتی تڑپتی رہتی ہے۔

حکیموں کا کلام:- فقرہ ۲۶۵) فرمایا جب حکمار کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے۔ اور غلط ہو تو سراسر مرض ہے۔

حکمت و جہالت:- فقرہ نمبر ۱۸۲) حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں۔

حاجت روائی۔ پائیدار:- (فقرہ نمبر ۱۰۱) فرمایا حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پائیدار نہیں ہوتی۔ (۱) حاجت کی تکمیل کو چھوٹا سمجھنا تاکہ وہ بڑی قرار پا جائے (۲) اُسے چھپانا تاکہ وہ خود بخود ظاہر ہو جائے (۳) اس میں جلدی کرنا تاکہ وہ خوشگوار ہو۔

حاجت طلبی:- (فقرہ ۴۲۷) جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مردِ مومن سے کرتا ہے گویا اس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی۔ اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے گویا اس نے اپنے اللہ کی شکایت کی۔

حاجت کی کامیابی ودُرود:- (فقرہ نمبر ۳۶۱) فرمایا جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو پھر اپنی حاجت مانگو۔ کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کرے اور ایک روک لے۔

حجت:- (فقرہ نمبر ۱۵۷) اگر تم دیکھو تو تمہیں دکھایا جا چکا ہے۔ اور اگر تم ہدایت حاصل کرو۔ تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے۔ اور اگر تم سننا چاہو تو تمہیں سنایا جا چکا ہے۔

حق:- (فقرہ ۱۸۸) جو حق سے منہ موڑتا ہے تباہ ہو جاتا ہے۔ (۲) "فقرہ ۴۰۸" جو حق سے ٹکرائے گا حق اُسے پچھاڑ دے گا۔ (۳) "فقرہ ۳۷۶" حق گراں مگر خوشگوار ہوتا ہے اور باطل ہلکا مگر ناپید کرنے والا ہوتا ہے۔ (۴) "فقرہ نمبر ۳۸۴" دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے اور حسنِ عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے۔ اور پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسہ کر لینا عجز و کمزوری ہے۔ (۵) "فقرہ ۱۹۶" اگر کوئی شخص اپنے حق میں دیر کرے تو اس پر عیب نہیں لگایا جا سکتا۔ بلکہ عیب کی بات یہ ہے کہ انسان دوسرے کے حق پر چھاپا مارے۔

حیاء:- (فقرہ نمبر ۲۲۲) فرمایا جس پر حیاء نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اس کے عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آسکتے۔

حسد:- (فقرہ نمبر ۲۲۵) فرمایا تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہو گئے۔

حلم و تحمل:- (۱) فقرہ نمبر ۱۴۸ "حلم و تحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔ (۲) فقرہ نمبر ۴۲۴۔ حلم و تحمل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے لہٰذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری سے چھپاؤ اور اپنی عقل سے خواہش نفسانی کا مقابلہ کرو۔

حسرت:- (فقرہ نمبر ۴۲۹) فرمایا قیامت کے روز سب سے بڑی حسرت اس شخص کو ہو گی جس نے اللہ کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہو۔ اور اس کا وارث وہ شخص ہو جس نے اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنّت میں داخل ہوا اور پہلا اسی وجہ سے جہنّم میں گیا۔

حکومت:- (فقرہ نمبر ۱۴۴) فرمایا حکومت لوگوں کے لئے آزمائش کا میدان ہے۔

حیات دنیوی کو بقاء و دوام نہیں:- (فقرہ نمبر ۴۶۳) فرمایا دنیا ایک دوسری منزل کے لئے پیدا کی گئی ہے نہ اپنے بقاء و دوام کے لئے۔

"خ"

خود پسندی:- ۱۔ (فقرہ ۱۶۷) فرمایا خود پسندی ترقی سے مانع ہوتی ہے۔

۲۔ فقرہ نمبر ۲۱۲) انسان کی خود پسندی اسکے عقل کے حریفوں میں سے ہے۔

۳۔ (فقرہ ۴۶) فرمایا وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو اللہ کے نزدیک اس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمہیں خود پسند بنا دے۔

خوشخبری:۔ (فقرہ ۵۹) فرمایا جو برائیوں سے خوف دلائے وہ تمہارے لئے مژدہ سنانے والے کے مانند ہے۔

خانہ کعبہ کے زیورات:۔ (فقرہ ۵۹) فرمایا زیورات خانہ کعبہ کو روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ کے سامنے ان کے ایام اقتدار میں کعبہ کے زیورات اور اُن کی کثرت کا ذکر ہوا۔ تو کچھ لوگوں نے کہا کیا ہی اچھا ہو کہ آپ اُن (زیورات) پر قبضہ کر لیں اور اُن سے مسلمانوں کے لشکروں کا سر و سامان کریں۔ تو اس کا اجر زیادہ ہوگا۔ اور بھلا کعبہ کو ان زیورات سے کیا کام؟ چنانچہ عمرؓ نے وہی ارادہ کر لیا اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل کیا گیا جب چار طرح کے مال تھے۔ (۱) مسلمانوں کے مال، سو حضورؐ نے انہیں مقررہ حصوں کے مطابق وارثوں میں تقسیم کر دیا۔ (۲) مالِ غنیمت کو اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ (۳) تیسرا خمس تھا۔ اس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ (۴) زکوٰۃ و صدقات تھے انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو ان کا مصرف ہے۔

یہ خانہ کعبہ کے زیورات اُس زمانہ میں بھی موجود تھے لیکن اللہ نے ان کا وجود اس پر پوشیدہ رہنے دیا۔ لہٰذا تم بھی اسے رہنے دو۔ جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ نے رکھا ہے یہ سنکر عمر بن خطابؓ نے کہا اگر آپؑ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے اور زیورات کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

خوشی ناپائیدار: (فقرہ ۲۰۶) فرمایا لوگ کسی شے پر واہ واہ کرتے ہیں مگر یہ کہ زمانہ اس کے لئے ایک برا دن چھپائے رکھتا ہے

خط و قاصد: (فقرہ ۳۰۱) فرمایا۔ تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہے اور تمہاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمہارا خط ہے۔

خارجیوں کی گمراہی: (فقرہ ۳۲۳) نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہو کر گزرے تو فرمایا: تمہارے لئے ہلاکت و تباہی ہو جس نے تمہیں ورغلایا۔ اس نے تمہیں فریب دیا۔ کہا گیا کہ یا امیر المومنین! کس نے انھیں ورغلایا تھا۔ فرمایا گمراہ کرنے والے شیطان اور برائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انھیں امیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ انکے لئے کھول دیا۔ فتح و کامرانی کے اُن سے وعدے کئے اور اسطرح انھیں دوزخ میں جھونک دیا۔

"د"

دنیا دار: (فقرہ نمبر ۶۴) فرمایا دنیا والے ایسا سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے۔

دنیا پر طنز: (فقرہ نمبر ۳۰۳) فرمایا لوگ اسی دنیا کی اولاد ہیں اور اپنی ماں سے محبت کرنے پر کسی کو کوسا نہیں جاتا۔

دنیا: (فقرہ نمبر ۱۱۹) فرمایا دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس میں زہر ہلاہل بھرا ہوا ہے فریب خوردہ جاہل اسکی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند دانا اُس سے بچ کر رہتا ہے۔

دنیا ۲ دفقرہ نمبر ۴۱۵) فرمایا دنیا کے متعلق کہ دنیا دھوکہ باز، نقصان رساں اور رواں دواں ہے اللہ نے اپنے دوستوں کے لئے بطور ثواب اسے پسند نہیں کیا، اور نہ دشمنوں کے لئے بطور سزا پسند کیا۔ اہل دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی انھوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے اُسے للکارا اور یہ چل دیئے۔

دنیا ۳ دفقرہ نمبر ۳۰۵) اللہ کی نگاہ میں دنیا کے حقیر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کی نافرمانی ہوتی ہے اور اس کے یہاں کی نعمتیں نہیں پائی جاتیں مگر اسے چھوڑنے سے۔

دنیا دفقرہ ۱۳۳) فرمایا دنیا اصل منزل قرار کے لئے ایک گزرگاہ ہے اس میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جنھوں نے اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کردیا اور ایک وہ جنھوں نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

دنیاداری: دفقرہ ۴۰۵) عمار یاسرؓ کو جب مغیرہ ابن شعبہ سے سوال وجواب کرتے سنا تو ان سے فرمایا۔ اے عمار! اسے چھوڑ دو۔ اس نے دین سے بس وہ لیا ہے جو اسے دنیا سے قریب کردے اور اس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے، تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کے لئے بہانہ قرار دے سکے۔

دنیا کی تعریف۔

ایک شخص دنیا کی مذمت کر رہا تھا۔ آپؑ نے سنا تو ارشاد فرمایا۔ اے دنیا کی مذمت کرنے والے اس کی دل فریبیوں کے فریب خوردہ اس کی لاطائل باتوں کا دھوکا کھائے ہوئے کیا بات ہے کہ دنیا پر فریفتہ بھی ہو اور اس کی مذمت بھی کر رہے ہو؟ کیا تم اس پر گناہ کی تہمت لگا رہے ہو یا وہ تمہیں مجرم ٹھہراتی ہے؟ اس نے کب تمہیں متوالا کیا

یا کب تمہارا دل بھایا؟ کیا اس وقت جب تمہارے آباء سال خوردہ ہو کر ڈھیر ہوئے (مر گئے)
یا اس وقت جب تمہاری مائیں (ماؤں) مٹی کے نیچے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو گئیں؟ کتنے
ہی بیماروں کی تم نے (روپے سے) خدمت کی؟ اور کتنے ہی مریضوں کی
داری کی؟ تم چاہتے تھے کہ وہ شفایاب ہو جائیں اور ان کے علاج کے لئے اطباء سے
مشورے طلب کرتے پھرتے تھے۔ وہ بھی اس دن جب سے تمہاری دوا ان کے کسی کام
نہ آئی۔ نہ ان پر تمہارا رونا دھونا ہی مفید ہوا۔ ان میں سے کسی کو بھی تمہاری مہربانی کا
فائدہ نہ پہنچا اور نہ تمہاری مراد ہی بر آئی۔ اور تم اپنا زور لگا بیٹھے مگر کسی کو موت سے نہ بچا
سکے۔ اور دنیا نے اس (مرنے والے) کو تمہارے لئے مثال بنا دیا اور اس کی موت کو
تمہاری موت کا نقشہ بنا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا تباہ کا گھر ہے مگر اس کے لئے جو
اس سے تباہ کرے اور دار عافیت ہے اس کے لئے جو اس سے تباہ کرے اور دار عافیت
ہے اس کے لئے جو اس کی حقیقت کو سمجھ لے اور دولت کدہ ہے اس کا جو اس سے زاد آخرت
حاصل کر سکے (دنیا) خدا کے دوستوں کی مسجد ہے اللہ کے ملائکہ کی جائے نماز ہے وحی خدا
کے اترنے کی جگہ ہے۔ اور خدا کے ولیوں کی تجارت گاہ ہے۔ ان سب نے دنیا میں اکتساب
رحمت کیا اور اس میں (رہ کر) نفع میں جنت حاصل کی تو کون ہے جو اس کی مذمت کرے حالانکہ
اس نے اپنی جدائی کا اعلان کر رکھا ہے اور ساتھ چھوڑ جانے کا ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے۔ اور
اور دنیا اور اہل دنیا کی فنا کی خبر دے رکھی ہے۔ چنانچہ اس نے (اہل دنیا کے لئے) اپنی
مصیبتوں کو مثال بنایا۔ اور اپنی مسرتوں سے انہیں آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ترغیب
و ترہیب پیچ کر خواہشات نفسانی کو اپنے نفس کی قیمت قرار دیا اور اس طرح خواہشات کا غلام
بنکر ہلاک ہو گیا۔) اور تخویف و تحذیر کے لئے شام کو امن کا پیغام سناتی ہے تو صبح کو ہنگامہ
بپا کر دیتی ہے۔ لہٰذا ندامت کا دن چڑھا تو کچھ لوگ اس کی مذمت کرنے لگے اور قیامت کا دن
آئے گا تو کچھ لوگ اس کے گن گائیں گے۔ ان لوگوں کو دنیا دفعتاً فوقتاً آخرت کی یاد دلاتی رہی
ہے

چنانچہ انھوں نے اس کو دل میں جگہ دی اور دنیا نے انھیں جو خبریں سنائیں انھوں نے ان کی تصدیق کی اور دنیا نے انھیں نصیحتیں کیں تو وہ نصیحت افروز ہوئے۔

دنیا اور آخرت

(فقرہ ۲۶۹) دنیا میں کام کرنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دنیا کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں اور انھیں دنیا نے آخرت سے الگ کر رکھا ہے اور وہ اپنے پسماندگان کے لئے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے۔ مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے تو وہ دوسروں کے لئے فائدے ہی میں اپنی پوری عمر بسر کر دیتا ہے۔ اور ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اس کے بعد کی منزل کے لئے عمل کرتا ہے تو اسے تگ و دو کئے بغیر دنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصوں کو سمیٹ لیتا ہے۔ اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے وہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

دین کے بجائے دنیا:- (فقرہ ۱۰۶) جو لوگ اپنی دنیا سنوارنے کے لئے دین سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو خدا اس دنیوی فائدے سے کہیں زیادہ ان کے لئے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

دین کا تحفظ:- (فقرہ ۱۱۰) فرمایا کہ حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو حق کے معاملے میں نرمی نہ کرے۔ عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

دشمن (فقرہ نمبر ۱۰) دشمن پہ قابو پاؤ تو اس قابو پانے کا شکرانہ اس کو معاف کر دینا قرار دو۔

دولت و غربت:- (فقرہ نمبر ۵۶) دولت ہو تو پردیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو دیس میں بھی پردیس ہے۔ تشریح۔ اگر

اِنسان صاحب دولت و ثروت ہو تو وہ جہاں کہیں ہو گا اسے دوست آشنا مل جائیں گے جس کی وجہ سے اُسے پردیس میں مسافرت کا احساس نہ ہو گا اور اگر فقیر و نادار ہو تو اسے وطن میں بھی دوست و آشنا میسّر نہ ہوں گے۔ کیونکہ لوگ غریب و نادار سے دوستی قائم کرنے کے خواہشمند نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ وطن میں بھی بے وطن ہوتا ہے اور کوئی اس کا آشنا سا و پرسان حال نہیں ہوتا۔

دولت: (فقرہ نمبر ۵۸) مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے۔

دوستی کی خامی: فقرہ نمبر ۲۱۸) فرمایا حسد کرنا دوستی کی خامی ہے۔

دولت مندوں سے مواخذہ: (فقرہ نمبر ۳۲۸) فرمایا کہ خداوند عالم نے امیروں کے مال میں غریبوں کے گزارے کا حصہ مقرر کر رکھا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی غریب بھوکا رہا تو صرف اس لئے کہ کسی امیر نے اس کا حصہ روک لیا اور اللہ تعالیٰ اُن سے اس (کوتاہی) کی بازپرس کرنے والا ہے۔

دولت مندی: (فقرہ ۳۴۲) فرمایا سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھوں میں جو ہے اُس کی آس نہ رکھی جائے۔

درایت: (فقرہ نمبر ۹۸) فرمایا جب کوئی حدیث سنو تو اُسے عقل کے معیار پر پرکھو، صرف نقل الفاظ پر بس نہ کرو۔ کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں لیکن اس میں غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

دستِ سوال: (فقرہ نمبر ۳۴۶) تمہاری آبرو قدیم ہے۔ جسے دست سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ خیال رہے کہ کس کے آگے اپنی آبروریزی کر رہے ہو۔

دل: (فقرہ نمبر ۴۲۳) فرمایا جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے اور جو دین کے لئے سرگرم عمل ہوتا ہے اللہ اس کے

دنیا کے کاموں کو پورا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے خدا اس کے اور بندوں کے درمیان کے معاملات کو ٹھیک کر دیتا ہے

دعا (فقرہ ۲۷۶) فرمایا اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی چشم ظاہر بین میں بہتر ہو۔ اور اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں۔ وہ تیری نظروں میں برا ہو۔ درآنحالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کے لئے اپنے نفس کی ان چیزوں سے نگہداشت کروں کہ جس سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں اور تیرے سامنے بد اعمالیوں کو پیش کرتا رہوں جس کے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں۔

دشمن:۔ (فقرہ ۲۹۶) حضرت نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعے سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اسکو بھی نقصان پہنچ جانے کا ڈر ہے۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم اس شخص کے مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کر دینے کے لئے خود اپنے سینے میں نیزہ مار لیتا ہے۔

دلوں کا میلان (فقرہ نمبر ۱۹۳) فرمایا دلوں کے لئے رغبت و میلان آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے لہٰذا ان سے اس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو۔ کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

دوست کی جدائی:۔ (فقرہ ۳۲۵) جب آپ کو محمد بن ابو بکر کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ہمیں ان کے مرنے کا اتنا ہی رنج و قلق ہے جتنی دشمنوں کو اس کی خوشی ہے۔ بلاشبہ ان کا ایک دشمن کم ہوا۔ اور ہم نے ایک دوست کھو دیا۔

دوستی و دشمنی ۱:۔ (فقرہ نمبر ۲۶۸) اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو۔ کیونکہ شائد وہ کسی دن تمہارا دشمن ہو جائے۔ اور دشمن کی دشمنی ایک حد میں رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے

۲۔ (فقرہ ۲۹۵) تین قسم کے تمہارے دوست ہیں اور تین قسم کے تمہارے دشمن۔ تمہارا دوست تمہارے دوست کا دوست اور تمہارے دشمن کا دشمن۔ اور دشمن یہ ہیں تمہارا دشمن۔ تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست۔

"خ"

ذخیرہ اندوزی :۔ (فقرہ ۱۹۲) فرمایا اے فرزند آدم تو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

"ر"

رضائے حق :۔ (فقرہ ۱۷۴) جو شخص اللہ کی خاطر سنان غضب تیز کرتا ہے وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر توانا ہو جاتا ہے (یعنی جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکرانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ خداوند عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے۔)

رضامندی :۔ (فقرہ نمبر ۱۵۴) کسی جماعت کے فعل پر رضامند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو۔ اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں ایک اس پر عمل کرنے کا اور ایک اس پر رضامند ہونے کا۔

رازداری :۔ (فقرہ نمبر ۱۶۲) جو اپنے راز کو چھپائے گا اسے پورا قابو رہے گا۔

روزی :۔ (فقرہ نمبر ۳۵۶) حضرت سے کہا گیا کہ اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اس کا دروازہ

بند کر لیا جائے تو اس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا جدھر سے اس کی موت آئے گی۔

رزق (فکر فردا سے بے نیاز) (فقرہ نمبر ۲۶۷) اے فرزند آدم اس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں آج کے اپنے دن پر نہ ڈال جو آچکا ہے۔ اس لئے اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی ہوگا تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

رزق (فقرہ نمبر ۴۳۱) فرمایا رزق دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو ڈھونڈھتا ہے۔ اور ایک وہ جسے ڈھونڈھا جاتا ہے۔ چنانچہ جو دنیا کا طلب گار ہوتا ہے موت اسکو ڈھونڈھتی ہے یہانتک کہ دنیا سے اسے نکال باہر کرتی ہے اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے دنیا خود اسے تلاش کرتی ہے۔ یہانتک کہ وہ اس سے تمام و کمال اپنی روزی حاصل کر لیتا ہے۔

رزق ۲:- فقرہ نمبر ۳۷۹) رزق دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو اور ایک وہ جس کی جستجو میں تم ہو۔ اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے تو وہ تم تک پہنچکر رہے گا۔ لہٰذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لادو۔ جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی ہے تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اس نے تمہارے لئے مقرر کر رکھی ہے وہ تمہیں دے گا۔ اور اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے۔ تو پھر اس چیز کی فکر کیوں کرو جو تمہارے لئے نہیں ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی طلبگار تمہارے رزق کی طرف تم سے آگے بڑھ نہیں سکتا اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آسکتا ہے اور جو تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہوگی۔

زُھد۔ ۱۔ (فقرہ نمبر ۲۷) بہترین زہد زہد کا مخفی رکھنا ہے۔

۲ زھد۔ زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔ جو چیز تمہارے

ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں لہذا جو شخص جانے والی چیزوں پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں اُس نے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا۔

زھد:- (فقرہ ۱۰۴) نوف بکالی سے روایت ہے، انھوں نے کہا! میں نے ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کو اس وقت دیکھا جب آپ بستر سے برآمد ہوئے اور ستاروں پر نگاہ ڈالی تو مجھ سے فرمایا! اے نوف! سوتے ہو یا جاگتے؟ میں نے عرض کیا۔ حضورؑ جاگتا ہوں فرمایا۔ اے نوف!

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھوں نے لذت دنیا کو ترک کیا اور برضاء غبت آخرت سے لو لگائی۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے فرش کے طور پر زمین کو بستر کے لئے اس کی مٹی کو اور خوش مزہ شربت کے طور پر اس کے پانی کو اختیار کیا۔ قرآن کو تن پوشی اور دعا کو اوڑھنا بنالیا۔ اور پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے طریقہ پر دنیا سے کٹ کر الگ تھلگ ہو گئے۔

اے نوف! حضرت داؤد علیہ السلام رات کی ایسی ہی گھڑیوں میں (بستر سے) اٹھے اور کہنے لگے یہ وہ گھڑی ہے جس میں بندہ جو دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے سوائے اس کے جو عشر (ٹیکس) وصول کرنے والا ہو۔ یا (حکومت) کا جاسوس ہو، یا پولیس کا اہل کار ہو یا ستار نواز ہو۔ ڈھول بجانے والا ہو۔

زنا:۔ (فقرہ نمبر ۳۰۵) غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتے

زیانِ مال و اولاد:۔ (فقرہ نمبر ۳۰۷) اولاد کے مرنے پر انسان کو نیند آجاتی ہے مگر مال کے چھن جانے پر اُسے نیند نہیں آتی۔

زوالِ نعمت:۔ (فقرہ ۲۴۶) نعمتوں کے زائل ہونے سے ڈرتے رہو کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکلنے والی چیز پلٹا نہیں کرتی۔

زبان کا اثر:۔ (فقرہ ۳۹۴) بہت سے کلمے حملہ سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔

زبان عیب و ہنر کو پہچاننے کا ذریعہ:۔ (فقرہ ۳۹۲) بات کرو تو پہچانے جاؤ کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

۱۔ زبان:۔ (فقرہ نمبر ۱۴۸) انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

۲:۔ (فقرہ نمبر ۳۸۲) جو نہیں جانتے اُسے نہ کہو بلکہ جو جانتے ہو وہ بھی سب کا سب نہ کہو کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمہارے تمام اعضاء پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن تم پر حجت لائے گا۔

زبان کو لگام دو:۔ (فقرہ نمبر ۶۰) زبان ایک درندہ ہے کہ گر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔

زبان پر قابو:۔ (فقرہ نمبر ۳۸۱) کلام تمہارے قید و بند میں ہے جب تک تم نے اسے کہا نہیں ہے۔ اور جب کہہ دیا تو تم اس کی قید و بند میں ہو لہٰذا اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اپنے سونے چاندی کی حفاظت کرتے ہو کیونکہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی بڑی نعمت کو چھین لیتی اور مصیبت کو نازل کر دیتی ہے۔

نقرہ نمبر ۲۷) زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ آرزوؤں کو تر و تازہ

زمانہ کی رفتار :- موت کے قریب خواہشوں کو دور کر دیتا ہے جو زمانہ سے کچھ پالیتا ہے وہ بھی رنج سہتا ہے۔ اور جو کچھ دیتا ہے۔ وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے۔

۱- زندگی :- (فقرہ نمبر ۳۰۶) مدت حیات نگہبانی کے لئے کافی ہے۔

۲ :- (فقرہ نمبر ۷۰) انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو موت کی طرف بڑھائے لئے جا رہی ہے۔

(فقرہ نمبر ۳۳۴) اگر کوئی بندہ مدت حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو

۳ :- امیدوں اور اُن کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

(فقرہ نمبر ۲۵۴) اے فرزند آدم اپنے مال میں اپنا

زندگی میں خیرات :- وصی خود بن اور جو تو چاہتا ہے کہ بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے وہ خود انجام دیدے۔

"س"

(فقرہ نمبر ۶۲) جب تم پر سلام کیا جائے تو اُسے اچھے طریقہ

سلام :- سے جواب دو۔

(فقرہ نمبر ۳۲۶) وہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ

ساٹھ سالہ عمر :- آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا ساٹھ برس ہے

(فقرہ نمبر ۲۸۰) جو سفر کی دوری کو پیش نظر

سفارش کنندہ :- رکھتا ہے وہ کمربستہ رہتا ہے

فقرہ نمبر ۲۴۳) جب ایک سوال کے لئے جوابات

سوالات کے کئی جوابات :- کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جاتی ہے

۵ :۔ فقرہ نمبر ۴۴۸) جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے اللہ اسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (صبر سے کام لو)

۶ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپکے غم کے اور بیتابی وبیقراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپ کی وفات کے۔ بلاشبہ آپ کی موت کا صدمہ عظیم ہے اور آپکے پہلے اور آپ سے بعد آنے والی ہر مصیبت سبک ہے۔

صدقہ :۔ فقرہ نمبر ۱۳۷) صدقہ کے ذریعہ روزی حاصل کرو۔

۱۲ :۔ (فقرہ نمبر ۲۵۸) جب تنگدست ہو جاؤ تو صدقے کے ذریعہ اللہ سے بیوپار کرو۔

صدقہ، زکوٰۃ و دعا :۔ فقرہ نمبر ۱۴۶) صدقے سے اپنے ایمان کی نگہداشت کرو اور زکوٰۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو۔ اور دعا سے مصیبت و ابتلاء کی لہروں کو دور کرو۔

صحت :۔ (فقرہ نمبر ۳۸۸) اس بات کو جانتے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں۔ اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے اور مال کی فراوانی سے بہتر صحت بدن ہے اور صحت بدن سے بہتر دل کی پرہیز گاری ہے

صحت و دولت :۔ (فقرہ نمبر ۴۲۶) کسی بندے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسہ کرے ایک صحت دوسرے دولت۔ کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے۔ اور ابھی تم اسے دولت مند دیکھ رہے تھے کہ وہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

(فقرہ نمبر ۷۲) زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ آرزووں کو تر و تازہ
زمانہ کی رفتار:۔ موت کے قریب خواہشوں کو دور کر دیتا ہے جو زمانہ سے کچھ پا لیتا ہے وہ بھی رنج سہتا ہے۔ اور جو کچھ دیتا ہے۔ وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے۔

۱۔ زندگی:۔ (فقرہ نمبر ۳۰۶) مدت حیات نگہبانی کے لئے کافی ہے۔

۲:۔ (فقرہ نمبر ..) انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو موت کی طرف بڑھائے لئے جا رہی ہے۔

(فقرہ نمبر ۳۳۴) اگر کوئی بندہ مدت حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو
۳:۔ امیدوں اور ان کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

(فقرہ نمبر ۲۵۴) اے فرزند آدم اپنے مال میں اپنا
زندگی میں نیت کرا:۔ وصی خود بن اور جو تو چاہتا ہے کہ بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے وہ خود انجام دیدے۔

"س"

(فقرہ نمبر ۶۲) جب تم پر سلام کیا جائے تو اُسے اچھے طریقہ
سلام:۔ سے جواب دو۔

(فقرہ نمبر ۳۲۶) وہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ
ساٹھ سالہ عمر:۔ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا ساٹھ برس ہے

(فقرہ نمبر ۲۸۰) جو سفر کی دوری کو پیش نظر
سفارش کنندہ:۔ رکھتا ہے وہ کمر بستہ رہتا ہے

(فقرہ نمبر ۲۴۳) جب ایک سوال کے لئے جوابات
سوالات کے کئی جوابات:۔ کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جاتی ہے

سردی کا موسم:۔ (فقرہ نمبر ۱۲۸) شروع سردی میں احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو۔ کیونکہ سردی جسموں میں وہی کرتی ہے جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتدا میں درختوں کو جھلس دیتی ہے اور آخر میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔

سائل کو رد نہ کرو:۔ (فقرہ نمبر ۶۷) تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے گری ہوئی بات ہے۔

سخاوت و جزرسی:۔ (فقرہ نمبر ۳۳) سخاوت کرو۔ لیکن فضول خرچی نہ کرو۔ اور جزرسی کرو مگر بخل نہیں۔

۲:۔ (فقرہ ۵۳) سخاوت وہ ہے جو بن مانگے ہو۔ اور مانگنے سے دینا یا شرم ہے یا مذمت گوئی سے بچنا

سمجھدار اور ناسمجھ:۔ (فقرہ نمبر ۴۰) عقل مند کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور بے وقوف کا دل اسکی زبان کے پیچھے ہے۔

(فقرہ نمبر ۴۱) بے وقوف کا دل اس کے منہ میں ہے۔ اور عقلمند کی زبان اُس کے دل میں ہے۔

"ش"

شکر:۔ (فقرہ ۶۸) شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

شک:۔ (فقرہ نمبر ۲۴۸) جو تم سے حسنِ ظن رکھے اس کے گمان کو سچا ثابت کرو۔

شر سے حفاظت:۔ فقرہ (۴۰۱) لوگوں سے اُنکے اخلاق و اطوار میں ہم رنگ ہونا اُن کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

شک و شبہ:۔ (فقرہ نمبر ۱۵۹) جو شخص بدنامی کی جگہوں پر اپنے کو لے جائے تو پھر اُسے بُرا نہ کہے جو اس سے بد ظن ہو۔

شریف و پاجی کا غصہ:۔ (فقرہ نمبر ۴۹) بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملے سے ڈرتے رہو۔

شکر کا فقدان:۔ (فقرہ نمبر ۱۲) جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انھیں اپنے سے پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

شکر نعمت:۔ (فقرہ نمبر ۲۲۴) بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے ہر نعمت میں ایک حق ہے تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نعمت کو اور بڑھاتا ہے اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ موجودہ نعمت کو بھی خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔

"ص"

صبر کی دو قسمیں:۔ (فقرہ نمبر ۵۵) صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ناگوار باتوں پہ صبر۔ دوسرے پسندیدہ چیزوں پر صبر۔

صبر (۱) (فقرہ نمبر ۱۵۵) صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا چاہے اس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

۲:۔ (فقرہ نمبر ۱۸۹) جسے صبر رہائی نہیں دلاتا اُسے بے تابی و بیقراری ہلاک کر دیتی ہے

۳:۔ (فقرہ نمبر ۴۱۳) جو انمردوں کی طرح صبر کرے نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہو۔

۴:۔ جو صبر کرنا چاہے اُسے شریفوں کا صبر اختیار کرنا چاہیئے ورنہ وقت کے ساتھ اسی طرح بھول جائیگا جیسے ناتجربہ کار جاہل بھول جاتے ہیں۔

۵:۔ فقرہ نمبر ۴۴۸) جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے اللہ اسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (صبر سے کام لو)

۶:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپکے غم کے اور بیتابی و بیقراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپ کی وفات کے۔ بلاشبہ آپ کی موت کا صدمہ عظیم ہے اور آپکے پہلے اور آپکے بعد آنے والی ہر مصیبت سبک ہے۔

صدقہ:۔ فقرہ نمبر ۱۳۷) صدقہ کے ذریعہ روزی حاصل کرو۔

۲:۔ (فقرہ نمبر ۲۵۸) جب تنگدست ہو جاؤ تو صدقے کے ذریعہ اللہ سے بیوپار کرو۔

صدقہ، زکوٰۃ و دعا:۔ فقرہ نمبر ۱۴۶) صدقے سے اپنے ایمان کی نگہداشت کرو اور زکوٰۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو۔ اور دعا سے مصیبت و ابتلا کی لہروں کو دور کرو۔

صحت:۔ (فقرہ نمبر ۳۸۸) اس بات کو جانتے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں۔ اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے اور مال کی فراوانی سے بہتر صحت بدن ہے اور صحت بدن سے بہتر دل کی پرہیز گاری ہے

صحت و دولت:۔ (فقرہ نمبر ۴۲۶) کسی بندے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسہ کرے ایک صحت دوسرے دولت۔ کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے۔ اور ابھی تم اسے دولت مند دیکھ رہے تھے کہ وہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

"ض"

ضد و ہٹ دھرمی :- (فقرہ نمبر ۱۷۹) ضد اور ہٹ دھرمی رائے کو دور کر دیتی ہے۔

"ط"

طرزِ زندگی :- (فقرہ نمبر ۱۰) لوگوں سے اس طریقے سے معاشرت رکھو کہ جبتک تم زندہ رہو تو تم سے ملنے کے لئے مشتاق رہیں اور جب دنیا سے گزر جاؤ تو وہ اشکبار ہو جائیں۔

طویل امیدیں :- (فقرہ نمبر ۳۶) جس نے طویل طویل امیدیں باندھیں اس نے اپنے اعمال بگاڑ لئے۔

طلب علم و طلب دنیا :- (فقرہ نمبر ۴۵۷) دو ایسے تواشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے طالب علم و طلبگار دنیا۔

طمع :- (فقرہ نمبر ۲۵۷) لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔ آرزوئیں دیدہ بصیرت کو اندھا کر دیتی ہیں اور جو نصیب میں ہوتا ہے۔ پہنچنے سے پہلے ملجاتا ہے

"ظ"

ظلم :- (فقرہ نمبر ۱۸۶) ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹے گا۔

ظلم و زیادتی :- (فقرہ نمبر ۲۲۱) فرمایا آخرت کے لئے بدترین سامان سفر بندگان خدا پر زیادتی ہے۔

ظالم :- (فقرہ نمبر ۳۵۰) ظالم آدمیوں کی تین علامتیں ہیں۔ اپنے سے بالاتر پر ظلم کرتا ہے

۱۰۔ اس کی نافرمانی کر کے اور اپنے سے پست پر ظلم کرتا ہے۔ اس پر غالب آکر اور ظالموں کے گروہ کی مدد کرتا ہے۔

(ظالم سے کس طرح حلف لیا جائے) (فقرہ نمبر ۲۵۴)

ظالم کا حلف: آپؑ فرمایا کرتے تھے جب کسی ظالم سے قسم یا حلف لینا ہو تو ان لفظوں میں حلف اٹھواؤ۔ "میں اللہ کی قدرت اور اس کی قوت سے بری ہوں" چنانچہ جب وہ ان لفظوں میں جھوٹا حلف اٹھائے گا تو جلد سزا پائے گا۔ اور اگر کہے "میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی اللہ نہیں" تو اسے سزا جلد نہیں ملے گی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کر چکا ہے۔

جھوٹا حلف اٹھانے کا نتیجہ

ایک شخص نے منصور عباسی کے سامنے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر کچھ الزامات عائد کئے۔ منصور نے امامؑ کو طلب کیا اور کہا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ سے متعلق کچھ بتایا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ سب جھوٹ ہے اور اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔ آپ اس شخص کو میرے سامنے لائیں اور پوچھیں۔ چنانچہ اُسے بلا کر پوچھا گیا تو اُس نے کہا جو کچھ بتایا درست بتایا۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر تم سچ کہتے ہو تو اس طرح قسم کھاؤ جس طرح میں قسم دلاؤں۔ چنانچہ حضرتؑ نے اُسے یہی قسم دلائی کہ "میں اللہ قدرت اور اس کی طاقت سے بری ہوں" یہ قسم کھاتے ہی اس پر فالج گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ اور امام علیہ السلام عزت و احترام کے ساتھ تشریف لے گئے۔ (ابن ہیثم شرح نہج البلاغہ ترجمہ مرزا نوشین صفحہ ۸۸۱)۔

ع

عجوبۂ انسانی:- (فقرہ نمبر ۷) یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے۔ ہڈی سے سنتا ہے اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

عفت:- (فقرہ نمبر ۶۸) عفت فقر کا زیور ہے۔

(فقرہ نمبر ۱۵۵) عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو اُن سے وابستہ کرو

عہد و پیمان:- جو میخوں کے جیسے مضبوط ہوں۔

(فقرہ نمبر ۱۶۹) آنکھ والے کے لئے صبح روشن ہو چکی ہے

عبرت:- ۲۔ (فقرہ نمبر ۱۹۶) تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو عبرت و نصیحت کا باعث بن گیا۔

فقرہ نمبر ۲۳۱) خداوند کے ارشاد کے متعلق کہ اللہ تمہیں

عدل و احسان:- عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا عدل انصاف ہے اور احسان لطف و کرم ہے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا عدل

عدل و جود:- تمام اُمور کو اُن کے موقع و محل پہ رکھتا ہے اور سخاوت انکو اُن کی حدوں سے باہر کر دیتی ہے۔ عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے اور سخاوت اسی سے مخصوص ہو گی جسے دیا جائے۔ لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر و برتر ہے۔

(فقرہ نمبر ۳۵۳) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو

عیب:- برا کہو جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہو۔

عبادت:- فقرہ نمبر ۲۳۷) ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت

و خواہش کے پیشِ نظر کی یہ سوداگری کرنے والوں کی عبادت ہے ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اُس کی عبادت کی۔ یہ غلاموں کی عبادت کی ہے۔ اور ایک جماعت نے از روئے سپاس و شکر گزاری کے طور پر اس کی عبادت کی۔ یہ آزادی کی عبادت ہے۔

عبادت میں تساہل:۔ (فقرہ ۔ ۲۸۵)۔ جسے جلد موت آجاتی ہے وہ مہلت کا خواہاں ہوتا ہے اور جسے مہلت (زندگی) ملتی ہے وہ ٹال مٹول (عبادت میں) کرتا ہے۔

عرفانِ حق:۔ نفقرہ نمبر ۲۵۰) میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ:۔ فقرہ نمبر ۳۲۹) سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ رفیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

عیب:۔ (فقرہ نمبر ۔۳۵۳) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اُس عیب کو بُرا کہو جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہو۔

عید الفطر کی مبارکباد:۔ (فقرہ ۴۲۸) فرمایا عید صرف اسکے لئے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہو۔ اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے۔ عید کا دن ہے۔

عزتِ نفس:۔ (فقرہ نمبر ۔ ۴۴۹) جسکی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہو گی وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا۔

عقل کا کمال:۔ نفقرہ ۱۷)، جب عقل بڑھتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔

عقلمند کے اوصاف:۔ (فقرہ ۲۳۵)، آپ سے عرض کیا گیا کہ عقلمند کے اوصاف

بیان فرمائیے۔ فرمایا عقلمند وہ ہے جو ہر چیز کو اُس کے موقع و محل پر رکھے۔ پھر آپ سے کہا گیا۔ جاہل کا وصف بتائیے؟ تو فرمایا میں بیان کر چکا۔

عقل:- (فقرہ نمبر ۲۸۱) آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں کیونکہ آنکھیں کبھی اشخاص سے غلط بیانی بھی کر جاتی ہیں مگر عقل اس شخص کو جو اُس سے نصیحت چاہے فریب نہیں دیتی۔

عقلمندوں کا نفع:- (فقرہ ۔ ۳۳۱) جب کاہل اور ناکارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کے لئے ادائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

عقل:- فقرہ نمبر ۴۰۷) اللہ نے کسی شخص کو عقل ودلیعت نہیں کی ہے مگر یہ کہ وہ کسی دن اس کے ذریعے سے اُسے تباہی سے بچائے گا۔

(فقرہ ۔ ۴۲۱) اتنی عقل تمہارے لئے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو ہدایت کے راستے سے الگ کر کے تمہیں دکھا دے۔

علم و عمل

تعلیم:- (فقرہ ۔ ۴۷۸) خداوند عالم نے جاہلوں سے اُس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہیں کریں گے۔

علم و عمل:- (فقرہ ۔ ۹۶) انبیاء سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو انکی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو تھی جو اُن کے فرماں بردار تھے۔ اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے۔ پھر فرمایا:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اُن سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو۔ اور اُن کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔

فقرہ۔ ۳۶۶) علم عمل سے وابستہ ہے لہٰذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے

فقرہ نمبر ۱۴۷) کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

علم:۔ نے میرا ہاتھ پکڑا اور قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ کی۔ پھر فرمایا۔ اے کمیل! یہ دل اسرار وحکم کے ظروف ہیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہٰذا جو میں تجھے بتاؤں اُسے یاد رکھنا۔ دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک عالم ربانی۔ دوسرا متعلم جو نجات کی راہ پر برقرار ہے اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے نہ انھوں نے نور علم سے کسب ضیا کیا، نہ مضبوط سہارے کی پناہ لی۔ اے کمیل! یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے۔ اور مال و دولت کے نتائج و اسرار مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔ اے کمیل! علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اسی سے انسان اپنی زندگی میں اپنی اطاعت دوسروں سے منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیکنامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم۔ مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بیشک ان کے اجسام دنیا سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔

داس کے بعد حضرت نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا دیکھو!
یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے۔
ہاں۔ ملا کوئی تو ایسا جو ذہین تو ہے مگر نا قابل اطمینان ہے۔ اور جو دنیا کے لئے دین
کو آلۂ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اسکی
حجتوں کی وجہ سے اس کے دوستوں پر تفوق جتلانے والا ہے یا جو ارباب وحق و دانش
کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے بس ادھر
ذرا سا شبہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں
تو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل۔ یا ایسا شخص ملتا ہے جو جمع
لذتوں پر مٹا ہوا ہے۔ اور بہ آسانی خواہش نفانی کی راہ پر کھنچ جانے والا ہے یا ایسا
شخص جو جمع آوری اور ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔ یہ دونوں بھی دین
کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے انتہائی
قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں اسی طرح تو علم کے خزینے داروں
کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی جو خدا کی
حجت کو برقرار رکھتا ہے۔ چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو یا خائف و پنہاں۔ تاکہ اللہ کی۔
دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں۔ خدا کی قسم وہ گنتی میں
بہت تھوڑے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند خداوند
عالم ان کے ذریعے سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت فرماتا ہے یہاں تک کہ
وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دے۔ اور اپنے ایسوں کے دلوں میں بو دے علم نے
انھیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات پہنچا دیا ہے وہ یقین و اعتماد کی روح
سے گھل مل گئے ہیں اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں۔ ان سے وہ جی لگائے
بیٹھے ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے ہیں جنکی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ

ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے اُن کے دید کے لئے میرے شوق کی فراوانی !!!

(پھر حضرت نے کمیل سے فرمایا: اے کمیل! جو مجھے کہنا تھا کہہ چکا۔ اب جس وقت چاہو واپس ہو جاؤ)

عالم و دانا:۔ (فقرہ نمبر ۹۰) پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے مایوس و ناامید نہ کرے اور نہ انھیں عذاب الٰہی سے مطمئن کر دے۔

علم:۔ (فقرہ ۲۰۵) ہر ظرف اس سے کہ جو اس میں رکھا جائے تنگ ہو جاتا ہے مگر علم کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے۔

عالم کا جہل:۔ (فقرہ نمبر ۱۰۷) بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے بے خبری) تباہ کر دیتی ہے جو علم اُن کے پاس ہوتا ہے انھیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

علم:۔ (فقرہ نمبر ۲۰۸) جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے۔ جو ڈرتا ہے وہ (عذاب سے) محفوظ ہو جاتا ہے اور جو عبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہو جاتا ہے اور جو بینا ہوتا ہے وہ بافہم ہو جاتا ہے اور جو بافہم ہوتا ہے اسے علم حاصل ہو جاتا ہے۔

فقرہ نمبر ۲۸۴۔ علم حاصل ہو جانا بہانہ کرنے والوں کے عذر کو ختم کر دیتا ہے

عالم:۔ فقرہ نمبر ۲۸۳) تمہارے جاہل دولت زیادہ پا جاتے ہیں اور عالم آئندہ کے توقعات میں مبتلا رکھے جاتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں:۔ (فقرہ نمبر ۳۳۸) علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو نفس میں رچ بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو اور

جس سے وہ ثواب یا عذاب کے مستحق ہیں کیونکہ ان میں سے کچھ لڑکوں کو چاہتے ہیں اور کچھ لڑکیوں سے نفرت کرتے ہیں اور کچھ لوگ مال کے نفع سے محبت رکھتے ہیں اور انھیں حال کی شکستگی ناپسند ہے۔

فریادرسی:- (فقرہ ۲۳۰) جس کی طرف فراخ روزی رُخ کئے ہوئے ہو اُس کے ساتھ شرکت کرو۔ کیونکہ اس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے۔

فیصلہ۔ ایک مقدمہ کا:- (فقرہ ۲۷۱) روایت کی گئی ہے کہ حضرت کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنھوں نے بیت المال میں چوری کی تھی ایک تو اُن میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھی۔ دوسرا لوگوں سے کسی ملکیت میں سے تھا آپ نے فرمایا کہ یہ غلام جو بیت المال کا ہے۔ اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے لیکن دوسرے پر حد جاری ہوگی۔ چنانچہ اُس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا۔

فقر و ناداری:- (فقرہ نمبر ۳۱۹) اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا۔ اے فرزند! میں تمہارے لئے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں لہٰذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ دین کے نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے

فقر و تونگری: فقرہ ۳۴۰ فقر کی زینت پاکدامنی کی زینت شکر ہے۔

فکرِ عیال:- (فقرہ نمبر ۳۵۲) اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا زن و فرزند کی زیادہ فکر میں نہ رہو، اس لئے کہ اگر وہ دوستانِ خدا ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو برباد نہ ہونے دیگا۔ اور اگر دشمنانِ خدا ہیں تو تمہیں دشمنانِ خدا کی فکروں اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا؟

فقیری میں شاہی :- (فقرہ ۴۰۶) اللہ کے یہاں اجر کے لئے دولت مندوں کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے اور اس سے اچھا فقرا کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دولت مندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے۔

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے ۔۔۔ روش کسی کی گدایا نہ ہو تو کیا کہیئے
خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم ۔۔۔ عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور
نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے ۔۔۔ خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے۔

(اقبال)

فقر و غنا :- (فقرہ نمبر ۴۵۲) اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہوگا۔

ق

قناعت :- (فقرہ نمبر ۵۰) قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔
فقرہ نمبر ۹۹۔ اگر حسب منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو مگن رہو۔

فقرہ نمبر ۲۲۹) قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی آرام نہیں۔ (فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً)

ص ۱۹ ی ۹۷۔ اس آیتہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہم اس کو پاک و پاکیزگی دیں گے۔ آپ نے فرمایا وہ قناعت ہے۔

(فقرہ نمبر ۳۹۵) جس چیز پر قناعت کر لی جائے وہ کافی ہے۔

(فقرہ ۴۷۵۔ قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

پیدا کرو۔ برباد ہونے کے لئے جمع کرو۔ اور تباہ ہونے کے لئے عمارتیں کھڑی کرو۔

غم:۔ (فقرہ نمبر ۱۴۳) غم آدھا بڑھاپا ہے۔

غضب:۔ (فقرہ نمبر ۲۴۰) گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

غصہ:۔ (فقرہ نمبر ۲۵۵) غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اسکی دیوانگی پختہ ہے

غفلت:۔ (فقرہ نمبر ۲۵۵) غریب و مسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے تو جس نے اس سے اپنا ہاتھ روکا اُس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اُسے کچھ دیا اُس نے خدا کو دیا۔

غیبت:۔ (فقرہ نمبر ۴۶۱) کمزور کا یہی زور چلتا ہے کہ وہ پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

ف

فتنہ وفساد:۔ (فقرہ نمبر ۱) فتنہ و فساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کئے ہوں کہ نہ تو اس کی پیٹھ پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جاسکتا ہے۔

فتنہ:۔ (فقرہ نمبر ۹۳) "تفسیر قرآن" تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ "اے اللہ میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں"۔ اس لئے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو۔ ہاں۔ پناہ مانگنا ہی ہے تو فتنہ کی گمراہیوں سے پناہ مانگو (فتنہ کے معنی قرآن میں نہ تبلائے ہیں) یہ سمجھ لو کہ تمہارا اموال اور اولاد فتنہ ہے س ۸ ی ۲۸ جس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر بیچیں بہ چیں ہے اور کون اپنی قسمت پر اگرچہ خدا ان کے دلوں سے باخبر ہے لیکن یہ اس لئے کہ اُن کے ایسے افعال کھل جائیں

سنا سنایا علم فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

علم و دانش کی کمی :۔ (فقرہ نمبر ۲۸۰) اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اُسے علم و دانش سے محروم کر دیتا ہے۔

علم معیاری :۔ (فقرہ نمبر ۹۲) سب سے معمولی درجہ کا علم وہ ہے جو زبان پہ ہو۔ اور بلند ترین وہ ہے جو اعضاء جوارح سے ظاہر ہو۔

علم کا تسلسل :۔ فقرہ نمبر ۴۴۴) وہ تھوڑا سا عمل جس میں ہمیشگی ہو اس سے زیادہ بہتر ہے جو دل تنگی کا باعث ہو۔

عمل :۔ (فقرہ ۱۲۷) جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے وہ رنج واندوہ میں مبتلا رہتا ہے
فقرہ نمبر ۲۴۹) بہترین عمل وہ ہے جسکے بجالانے میں تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

عمل (دو عملوں کا تضاد) :۔ فقرہ نمبر ۱۲۱) ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے۔ ایک وہ عمل ہے جس کی لذت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ جائے۔ اور وہ جس کی سختی ختم ہو جائے۔ لیکن اس کا اجر و ثواب باقی رہے۔

عمل :۔ فقرہ نمبر ۴۷۸) وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجالایا جاتا ہے زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اکتا جائے۔

غ

غریب الوطنی :۔ فقرہ نمبر ۶۷۰) دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے۔

غیب کی آواز :۔ فقرہ ۱۳۳) اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز ندا کرتا ہے کہ موت کے لئے اولاد

قرابت داری۔ فقرہ نمبر ۱۳، جسے قریبی چھوڑ دیں اُسے بیگانے مل جائیں گے۔

قرابت و محبت: (فقرہ نمبر ۳۰۸) باپوں کی باہمی محبت اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے مگر محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی قرابت کو محبت کی۔

قیادت: (فقرہ نمبر ۷۳) جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اُسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے کو تعلیم دینا چاہیئے اور زبان سے۔ درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہیئے اور جو اپنے نفس کی تعلیم و تادیب کرے وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔

قدر و منزلت: (فقرہ نمبر ۱۴۹) جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

قضا و قدر: (فقرہ نمبر ۲۸۷) یہ ایک باریک راستہ ہے۔ اس میں قدم نہ اٹھاؤ۔ یہ ایک گہرا سمندر ہے۔ اس میں نہ اترو۔ اللہ کا راز یہ ایک راز ہے۔ اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔

قرآن۔ ماضی۔ حال و مستقبل کا آئینہ: (فقرہ نمبر ۳۱۳) قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لئے احکام ہیں۔

قبر کی یاد: (فقرہ نمبر ۳۹۸) فخر و سربلندی کو چھوڑ دو تکبر اور غرور کو مٹاؤ اور قبر کو یاد رکھو۔

ک

کفایت شعاری: (فقرہ نمبر ۱۳۹) جتنا خرچ ہو اتنی ہی امداد ملتی ہے۔

کامیابی کا راز:- (فقرہ نمبر ۴۸) کامیابی دور اندیشی سے وابستہ ہے اور دور اندیشی فکر و تدبر کو کام میں لانے سے۔ اور تدبر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے ہے۔

کینہ سے دوری:- (فقرہ ۱۷۸) دوسرے کے سینے سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح کاٹو کہ خود اپنے سینے سے اُسے نکال پھینکو۔

کردار کی بلندی:- (فقرہ نمبر ۲۲۲) بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ اُن چیزوں سے چشم پوشی کرے جنھیں وہ جانتا ہے

کرم:- ۲۴۷) جذبۂ کرم رابطۂ قرابت سے زیادہ لطف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے۔

کتابت کی تعلیم:- (فقرہ نمبر ۳۱۵) آپ نے منشی عبیداللہ بن ابی رافع سے فرمایا دوات میں صوف ڈالا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط دیدہ زیبی کے لئے مناسب ہے۔

کشتۂ امید:- (فقرہ نمبر ۴۳۰) لین دین میں سب سے زیادہ گھاٹا اُٹھانے والا دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کر ڈالا مگر تقدیر نے اس کے ارادوں میں اس کا ساتھ نہ دیا۔ لہٰذا دنیا سے بھی حسرت لے گیا اور آخرت میں بھی اس کی پاداش میں سامنا کیا۔

گ

گمان ظاہر کرنے کے دو مواقع:- فقرہ نمبر ۱۱۴) جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوء ظن رکھے تو اس نے اس پر ظلم و زیادتی کی اور جب دنیا اور اہل دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص

کسی دوسرے شخص سے حسن ظن رکھے تو اس نے خود ہی اپنے کو خطرہ میں ڈالا۔

گمان:- (فقرہ نمبر ۲۲۰) یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن و گمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

گناہوں سے دوری:- (فقرہ نمبر ۱۷۰) ترک دنیا کی منزل بعد میں مدد مانگنے سے آسان ہے۔

گناہ درون پردہ:- (فقرہ نمبر ۳۲۴) تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے۔

گناہ و شر ہمیشہ ناکام:- (فقرہ نمبر ۳۳۳) جس پر گناہ قابو پالے وہ کامراں نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقتاً مغلوب ہے۔

گناہ:- (فقرہ نمبر ۳۸۳) اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے تو تمہارا شمار گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و توانا ثابت ہونا ہو تو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ اور کمزور بننا ہو تو اس کی معصیت سے کمزوری دکھلاؤ۔

گناہ عظیم:- (فقرہ نمبر ۳۴۸) سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اسے سبک سمجھے۔

ل

لاحکم الا باللہ:- (فقرہ نمبر ۱۹۸) جب خوارج کا قول لا حکم الا باللہ (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مراد لیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔

لڑائی جھگڑا:- (فقرہ ۳۶۲) جسے اپنی آبرو عزیز ہے وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے

لذت:- (فقرہ نمبر ۴۳۳) لذتوں کے ختم ہونے اور یادداشتوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

م

مروت والا:- (فقرہ نمبر ۲۸) جب تم دنیا کو پیٹھ دکھا رہے ہو اور موت تمہاری طرف رُخ کئے ہوئے بڑھ رہی ہے تو پھر ملاقات میں دیر کیسی؟

معاف کرنا:- (فقرہ ۵۲) معاف کرنا سب سے زیادہ اسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

مشورت:- (فقرہ ۵۴) عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مائیگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین و مددگار نہیں۔

فقرہ ۱۵۲۔ ہر آنے والے کیلئے پلٹنا ہے اور جب پلٹ گیا تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

فقرہ ۱۷۳۔ جو شخص مختلف راویوں کا سامنا کرتا ہے وہ خطا و لغزش کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

مجاہدین کی اولاد:- فقرہ ۸۴۔ تلوار سے بچے کھچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور انکی نسل زیادہ ہوتی ہے۔

موقع۔ فقرہ ۱۱۸۔ موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

مال و جان:- (فقرہ ۱۲۷) جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے وہ رنج و اندوہ میں مبتلا ہوتا ہے اور جس کے مال و جان میں اللہ کا کچھ حصہ نہ ہو اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

میانہ روی:- فقرہ ۱۴۰۔ جو میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ محتاج نہیں ہوتا۔

محبت:- فقرہ ۱۴۲۔ میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

(فقرہ نمبر ۱۴۴)۔ مصیبت کے اندازے پر اللہ کی طرف سے کی نعمت
مصیبت :۔ حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے
اس کا عمل اکارت جاتا ہے۔

فقرہ ۱۶۳۔ فقیری سب سے بڑی موت ہے۔
محتاجی :۔ فقرہ ۱۶۵۔ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

فقرہ ۲۹۰۔ اگر خداوند عالم نے اپنی معصیت (کے عذاب) سے نہ ڈرایا ہوتا جب
بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کی معصیت نہ کی جائے

فقرہ نمبر ۲۰۰) آپ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس کے ساتھ
مجرم :۔ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو آپ نے فرمایا۔ ان چہروں پر پھٹکار کہ جو
ہر رسوائی کے موقع پر ہی نظر آتے ہیں۔

فقرہ ۲۰۱) ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں
محافظ زندگی فرشتے :۔ جو ان کی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت
آتا ہے تو وہ اس کے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور بیشک انسان کی
مقررہ عمر اس کے لئے ایک مضبوط سپر ہے۔

مخالفت :۔ فقرہ۔ ۲۱۵۔ مخالفت صحیح رائے کو برباد کر دیتی ہے۔

فقرہ ۲۳۴۔ عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں
مرد و عورت کی خصلتیں :۔ جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں۔ غرور، بزدلی،
اور کنجوسی اس لئے کہ عورت جب مغرور ہوگی تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی
اور کنجوس ہوگی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور بزدل ہوگی تو وہ ہر اس
چیز سے ڈرے گی جو اسے پیش آئے گی۔

مظلوم و ظالم :۔ فقرہ ۲۴۱۔ مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے

کہیں زیادہ سخت ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

فقرہ ۲۹۸۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ مشرق و مغرب
مشرق و مغرب کا فاصلہ:۔ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا سورج کا ایک دن کا راستہ۔

فقرہ ۲۹۹۔ وہ گناہ مجھے اندوہ نہیں کرتا جس کے بعد مجھے اتنی
مہلت بعد گناہ:۔ مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کروں۔

فقرہ ۳۰۰۔ امیرالمومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند
محاسبۂ مخلوق:۔ عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا فرمایا: جس طرح اس کی کثرت کے باوجود انہیں روزی پہنچاتا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کیونکر حساب لے گا جبکہ مخلوق اسے دیکھے گی نہیں۔ فرمایا جس طرح انھیں روزی دیتا ہے اور وہ اسے دیکھتے نہیں۔

فقرہ نمبر ۳۳۵۔ ہر شخص کے مال کے دو حصے دار ہوتے ہیں
معمولی فرض:۔ ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

فقرہ ۳۳۰۔ اللہ کا کم سے کم حق جو تم پر عائد ہوتا ہے یہ ہے
مال کے دو حصے دار۔ کہ اسکی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

فقرہ ۳۳۵۔ جب سختی انتہا کو پہنچ جائے
مصیبت کے بعد راحت:۔ تو کشائش و فراخی ہوگی۔ اور جب ابتلا و مصیبت کی کڑیاں تنگ ہو جائیں تو راحت و آسائش حاصل ہوتی ہے۔

(فقرہ ۳۵۴) حضرت کے سامنے ایک شخص نے
مبارکبادی فرزند:۔ دوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مبارکباد

دیتے ہوئے کہا کہ "شہسوار مبارک ہو"۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ تم بخشنے والے (خدا) کے شکر گزار ہوئے۔ یہ بخشی ہوئی نعمت تمہیں مبارک ہو یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی سعادت تمہیں نصیب ہو۔

مشک:- (فقرہ نمبر ۳۹۷) بہترین خوشبو مشک ہے جس کا ظرف ہلکا اور مہک عطر بار ہے۔

مالک اشتر کی تعریف:- (فقرہ نمبر ۴۴۳) جب مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کی خبر شہادت آئی تو فرمایا: مالک، اور مالک! کیا شخص تھا۔ خدا کی قسم اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہ بلند ہوتا۔ اور اگر وہ پتھر ہوتا تو ایک سنگِ گراں ہوتا۔ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی سُم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔

مسخرا پن:- (فقرہ ۴۵۰) کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اپنی عقل کا ایک حصہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

مردِ مجاہد:- (فقرہ نمبر ۴۵۰) وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو اس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاک دامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

یداللہ فوق ایدیھم

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کارساز

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات + ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل + اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز
نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو + رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

فقرہ نمبر ۳۳۴) مومن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا

مومن: ہے، ہمت اس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے سر بلندی کو برا سمجھتا ہے۔ اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم بے پایاں اور بہت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش۔ ہمہ وقت مشغول، شاکر، صابر، فکر میں غرق دست طلب بڑھانے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے۔ اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

فقرہ نمبر ۳۱۰) کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں ہونے والے، موجود ہونے والے مال سے اس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

فقرہ نمبر ۳۰۹) اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

(فقرہ ۲۹۰) مومن کے اوقات کار تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ اور ایک وہ کہ جس میں اپنے معاش کا سامان کرتا ہے اور وہ کہ جس میں حلال و پاکیزہ لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے عقلمند آدمی کو زیبا نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو مگر تین چیزوں کے لئے (۱) معاش کے بندوبست کے لئے (۲) امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کے لئے یا ایسی لذت اندوزی کے لئے جو حرام نہ ہو۔

---

(۱) مومن سے شاعر کی مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں۔

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری	مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ	مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں	مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی

اقبال

(فقرہ نمبر ۲۱۸) اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا۔

مرض: اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے مگر وہ گناہوں کو مٹاتا اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں ثواب اس میں ہوتا ہے کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاکدامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

ن

(فقرہ نمبر ۹۴) نیکی یہ نہیں ہے کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے

نیکی: بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو تو اللہ کا شکر بجا لاؤ۔ اور اگر کسی برائی کا ارتکاب ہو جائے تو توبہ و استغفار کرو اور دنیا میں صرف دو شخصوں سے بھلائی ہے ایک وہ جو گناہ کرے تو توبہ سے اسکی تلافی کرے۔ اور دوسرا وہ جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔

(فقرہ ۴۳۴) اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بہت ہے تم سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کے کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے ورنہ خدا کی قسم! ایسا ہی ہو کر رہے گا کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ برائی والے جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے تو تمہارے بجائے اس کے اہل اُسے انجام دے رہیں گے۔

فقرہ نمبر ۳۲۔ نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور برائی کرنے والا خود اس برائی سے بدتر ہے۔

نااہل سے حاجت طلبی: (فقرہ نمبر ۶۶) مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا نااہل کے

آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے۔

نفس کی آراستگی: (فقرہ ۱۲۴) تمہارے نفس کی آراستگی کے لئے تو یہی کافی ہے کہ جس چیز کو اوروں کے لئے ناپسند کرتے ہو اس سے خود بھی پرہیز کرو۔

فقرہ نمبر ۱۰۳) آپ کے جسم مبارک پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا تو آپ سے اس کے بارے میں کہا گیا۔ آپ نے فرمایا اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں دنیا و آخرت آپس میں دو ناسازگار دشمن اور جُدا جُدا راستے ہیں چنانچہ جو دنیا کو چاہے گا اور اس سے دل لگائے گا وہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا۔ وہ دونوں بمنزلہ مشرق و مغرب کے ہیں۔ اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہوگا تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسے دو سوتوں کا ہوتا ہے۔

نصیحت: (فقرہ نمبر ۲۹۷) نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں اور ان سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

نظر بازی: (فقرہ ۴۲۰) ایک حسین عورت کو دیکھ کر آپ کے اصحاب نظر بازی کرتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظر بازی ان کی خواہشات کو برانگیختہ کرنے کا سبب ہے یعنی اگر تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اسے اچھی معلوم ہو تو اسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ عورت بھی عورت کے مانند ہے۔ یہ سنکر ایک خارجی نے کہا کہ خدا اس کافر کو قتل کرے یہ کتنا بڑا فقیہ ہے۔ اس پر آپ کے اصحاب اس سے قتل کرنے اُٹھے حضرت نے کہا ٹھہرو۔ زیادہ سے زیادہ گالی کا بدلہ گالی ہے ہو سکتا ہے یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو۔

نعمت و شکر: (فقرہ نمبر ۴۳۵) ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندے کے لئے شکر کا دروازہ کھولے اور نعمتوں کی افزائش کا دروازہ بند کر دے اور کسی بندے کے لئے دعا کا

کا دروازہ کھولے اور قبولیت کو اس کے لئے بند رکھے۔ اور کسی بندے کے لئے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اس کے لئے بند کردے۔

نیند:۔ فقرہ۔ ۴۴۲ نیند دن کے ارادوں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے۔

نادانی:۔ فقرہ نمبر ۴۴۱ جو تمہاری طرف جھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے حظ و نصیب میں خسارہ کرنا ہے۔ اور تم سے بے رخی اختیار کرے اسکی طرف جھکنا نفس کی ذلت ہے

و

واجبات:۔ فقرہ نمبر ۳۹) مستحبات سے قرب الٰہی نہیں حاصل ہوسکتا جبکہ وہ واجبات میں سدِ راہ ہوں۔

واجبات کا لزوم: فقرہ نمبر ۹،۴۷ جب مستحبات فرائض میں سدِ راہ ہوں تو انہیں چھوڑ دو۔

واجبات و مستحبات کے مواقع:۔ (فقرہ نمبر ۳۱۲) دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اچاٹ ہو جاتے ہیں لہٰذا جب مائل ہوں اس وقت انہیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو اور جب اچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

وعدہ:۔ (فقرہ نمبر ۳۳۶) جس سے مانگا جائے وہ اس وقت تک آزاد ہے جب تک وعدہ نہ کرے۔

وقت پر کام:۔ فقرہ نمبر۔ ۳۶۳) امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

وطن:۔ فقرہ ۴۴۳۔ تمہارے لئے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حقدار نہیں بلکہ بہترین شہر وہ ہے۔ جو تمہارا بوجھ اٹھائے۔

وفا:۔ ۲۵۹۔ عہد والوں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے اور غداروں

کے ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

ہمت اور مرض: (فقرہ ۲۶) مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

ہنر: (فقرہ ۸۱) ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس شخص میں ہے۔

ہمت مردانہ: (فقرہ نمبر ۱۷۶) سربرآوردہ ہونے کا ذریعہ سینے کی وسعت ہے۔

ی

یقین: (فقرہ نمبر ۹۷) ایک خارجی کے متعلق آپ نے سنا کہ وہ نماز شب پڑھتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

یقین محکم اور عمل پیہم: (فقرہ ۲۷۴) اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ جب جان لیا تو عمل کرو اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو۔

یاد نیک رفتگان: (فقرہ نمبر ۲۸۹) عہد ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وہ میری نظروں میں اس وجہ سے باعزت تھا کہ دنیا اس کی نظروں میں پست و حقیر تھی۔ اس پر پیٹ کے تقاضے مسلط نہ تھے۔ لہٰذا جو چیز اسے میسر نہ تھی اس کی خواہش نہ کرتا تھا اور جو چیز میسر تھی اسے ضرورت سے زیادہ صرف میں نہ لاتا تھا۔ وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کو چپ کر دیتا تھا اور سوال کرنے والوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔ یوں تو وہ عاجز و کمزور تھا۔ مگر جہاد کا موقع آجائے تو وہ شیر بیشہ

اور داذی کا اندہا تھا۔ وہ جو دلیل و برہان پیش کرتا تھا وہ فیصلہ کن ہوتی تھیں۔ وہ اُن چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اس کے عذر و معذرت کو نہ سُن لے۔ وہ کسی درد تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا۔ مگر اس وقت جب اُس سے چھٹکارا پا لیتا تھا۔ وہ کہتا تھا وہی کرتا تھا۔ اور جو نہیں کرتا تھا وہ سے نہیں کہتا تھا اگر بولنے میں اس پر کبھی غلبہ پا بھی لیا جائے تو خاموشی میں اُس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہشمند رہتا تھا۔ اور جب اچانک اُس کے سامنے دو چیزیں آ جاتی تھیں تو وہ دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتا تھا۔ لہٰذا تمہیں ان عادات و خصائل کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اور ان پر عمل پیرا اور ان کا خواہشمند رہنا چاہیئے۔ اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کہ تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے

فائدہ مند باتیں

(فقرہ نمبر ۱۱۳) عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی وحشتناک نہیں اور تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور اعمال خیر سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں۔ اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو نہیں۔ اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں اور کوئی پرہیزگاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں اور حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر و پیش بینی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں اور ادائی فرائض کے مانند کوئی عبادت اور حیا و صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں اور فروتنی سے بڑھ کر کوئی سرفرازی اور علم کے مانند کوئی بزرگی و شرافت نہیں۔ حلم کے مانند کوئی عزت اور مشورے سے مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں ـــــ

فقرہ نمبر ۱۳۴ خوش نصیب اُس کے جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی جس کی کمائی پاک، پاکیزہ، نیت اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا۔ بیکار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا مردم آزاری سے کنارہ کش رہا۔ سنت اسے گوارا ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔

فقرہ ۱۳۵۔ جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں (۱) جو دعا کرے وہ قبولیت سے محروم نہیں رہتا۔ (۲) جسے توبہ کی توفیق ہو وہ مقبولیت سے ناامید نہیں ہوتا۔ (۳) جسے استغفار نصیب ہو وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا۔ (۴) اور جو شکر کرے وہ اضافے سے محروم نہیں ہوتا۔ اس کی تصدیق قرآن پاک سے ہوتی ہے چنانچہ دعا کے متعلق ارشاد الٰہی ہے تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص کوئی برا عمل کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے۔ پھر اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔ اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر نعمت میں اضافہ کروں گا۔ اور توبہ کے لئے فرمایا ہے کہ اللہ ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی وجہ سے کوئی بری حرکت کر بیٹھیں پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو خدا ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہج البلاغہ

کی روشنی میں

زندگی کا منظر

حصّہ دوم

طرزِ جہانبانی

ارشادِ نبوی: بہترین لوگ وہ ہیں جو عوام کو فائدہ پہنچاتے ہیں یعنی نیک گفتار و نیک کردار۔ اور بدترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں یعنی بد گفتار و بد کردار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی بارگاہ میں

لیفٹنٹ جنرل ایس۔ ایم عباسی گورنر سندھ کا عظیم نذرانہ عقیدت

گورنر سندھ و مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون سی عالیجناب ایس۔ ایم عباسی صاحب مدظلہ العالی نے اپنے صوبہ کے تمام سرکاری محکمے کے افسرانِ بالا کے نام ۲۷ جولائی ۱۹۸۱ء کو ایک فرمان ۸۱/350/NOPS/SECY/MLA جاری کیا کہ آپ لوگ دانشوران حضرت علی علیہ السلام کے تاریخی مکتوب جو آپ نے مالکِ اشتر گورنر مصر کے نام تحریر فرمایا تھا اس سے بھرپور استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ آپ کے اندر صحیح طرزِ جہانبانی پیدا ہو سکے۔

جناب ایس۔ ایم عباسی صاحب گورنر سندھ کا یہ اقدام اسلامی نظام کی راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس کے لئے عباسی صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں مسلمانانِ پاکستان کی جانب سے ربِ جلیل کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ موصوف کو مزید عزت اور اعلیٰ مراتب حاصل ہوں۔ آمین۔

آخر میں صاحبانِ اقتدار سے استدعا کروں گا کہ وہ زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی عظیم کتاب "نہج البلاغہ" (کلام علیؑ) سے استفادہ حاصل کریں جو دین اور دنیا دونوں کی رہنمائی کے لئے بعد از قرآن کافی ہے۔

دعا گو

محمد وصی خان

صدر مرکزی تنظیم عزا (رجسٹرڈ) کراچی

۳/۷۲ اے پاکستان کوارٹرز

نشتر روڈ۔ کراچی

جناب لیفٹننٹ جنرل ایس۔ ایم عباسی گورنر سندھ کا

تاریخی فرمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

GOVERNOR, SIND

Lt Gen S.M. Abbasi
HI (M) S.Bt.

RESPONSIBILITIES OF GOVERNMENT

On the occasion of the observance of the Anniversary of the 'Shahadat' of Hazarat Ali (Karamallah Wajho), I am sending, to all officers of the Government of Sind, a translation of the advice on governance, given by this great Soldier-Statesman – Scholar of Islam to Malik Ishtar, the then Governor of Egypt. The translation under reference is attached at Annexure 'A'.

A careful reading of this translation will indicate how remarkably accurately and how concisely the administrative responsibilities of the organs of state have been described in relation to the people and their needs. It is apparent that what applied in those distant times applies with equal force today. Indeed the basic principles of the art of governance are constant. What changes is the emphasis given from time to time to the application of these principles.

I would like all those in positions of responsibility in the Government of Sind to take very much to heart the advice given by Hazrat Ali (Karamallah Wajho) and apply this to their method of working and day to day conduct with the people. Let this advice act as the Charter for this Government.

SMAbbasi

Lt Gen
(S.M. Abbasi)
HI(M)S.Bt.

No.PS/SECY/MLA/350/81 Karachi, dated 22nd July, 1981

HAZARAT ALI'S (KARAMALLAH WAJHO) ADVICE TO THE GOVERNOR OF EGYPT ON THE ART OF GOVERNANCE

ANNEXURE 'A'

"You must know that the people over whom you rule are divided into classes and grades and the prosperity or welfare of each class of the society, individually and collectively, is so interdependent upon the well-being of the other classes that the whole set up represents a closely woven net and a reciprocal aspect, one class cannot exist peacefully, cannot live happily and cannot work without the support and good wishes of the other. Amongst them there are the soldiers of the army of God who defend His cause, the next class is that of the secretaries of the State to whom duties of writing out and issuing special or general orders are assigned, the third group is of the judges and magistrates to administer justice, the fourth is of officers who maintain law and order and guard the peace and prosperity of the country, then there are common men, Muslims who pay the taxes levied by the Government and non-Muslims who pay tribute to the State (in lieu of taxes), then comes the class of men who carry on various professions and trades and the last but not the least are poor and have-nots who are considered as the lowest class of the society. The Merciful Lord hath fixed rights and duties of each one of them which have been either given out in His Book (Quran) or explained through the orders and traditions of the Holy Prophet (A.S.), a complete code of which is preserved with us.

"As far as the soldiers are concerned they are, by the orders of God, a fortress and stronghold to guard and defend the subject and the State, they are the ornaments to the ruler and the country, they provide power and protection to the religion, they propagate and preserve peace among mankind, in fact, they are real guardians of peace and through them good internal administration can be maintained. The upkeep and maintenance of an Army depends upon the taxes collected by a State out of which God hath fixed for them a share. With this amount they provide their requirements, maintain themselves and their arms in fit position to fight for religion and cause of justice.

"Though the army and the common men (general citizens who pay taxes or tributes) are two important classes, but in a Welfare State their well-being cannot be guaranteed without proper functioning and preservation of the other classes, the judges and magistrates, the secretaries of the State and the officers of various departments, who collect various revenues maintain law and order as well as preserve peace and amity among the diverse classes of the society, they also guard rights and privileges of citizens and look to performances of numerous duties by individuals and classes.

"And the prosperity of this whole set up depends upon the traders and industrialists. They act as a medium between the consumers and suppliers. They collect the requirements of society, they exert to provide goods. They open up shops, markets and trading centres. Thus providing the consumers with their necessities, they relieve the citizens of the need of running after their requisites of life.

"Then comes the class of poor, have-nots and disabled persons; it is absolutely necessary that they should be looked after, helped and well-provided for.

"The Merciful Lord has explained the ways and means of maintaining and providing for each of the above classes. And everyone of this class has this right upon the ruler of the State that at least minimum necessities for its well-being and contented living are provided.

"Remember that Almighty God will not absolve any ruler of the obligations laid upon him, unless he sincerely tries his best to discharge duties, prays the Lord to help him in their acquittal, remains steadily and diligently on the path of truth and justice and bears all this whether the performance of these duties is congenial to him or hateful."

Quoted from NAHJUL BALAGHA as translated
by Syed Mohammed Askari Jafery

بشکریہ سید محمود الحسن رضوی
ڈپٹی ڈائریکٹر (ریسرچ)
مین پاور ریسرچ اینڈ پلاننگ سیل - (حکومت سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام
کی
دستور کی شکل میں ایک
تاریخی دستاویز

یہ امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں جنھوں نے اپنے مشہور گورنر مالک بن الحارث اُشتر کے نام دستور حکومت کے متعلق اس قدر اہم ہدایات جاری کیں جو محض ایک خط نہیں بلکہ تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس قدر اہمیت رکھتی ہیں کہ عصر حاضر میں بھی ان کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور امر حیرت یہ ہے کہ یہ دستوری دستاویز ایسے دور میں مرتب کی گئی ہے جب نہ عصر حاضر کی طرح کی جدید سہولتیں تھیں۔ نہ اعلیٰ درس گاہیں، جہاں مختلف علوم و فنون کی ترقی کے لئے دن رات کوششیں جاری ہیں۔ بلکہ یہ تو وہ زمانہ تھا جب نہ مغربی سیاست اور آئین کی تدوین ہوئی تھی۔ اور نہ عربوں میں حکمرانی اور جہانبانی کا شعور پیدا ہوا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی اس تحریر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ نے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے جس فصاحت و بلاغت سے طرز حکمرانی اور سیاست مدنی کے "زریں اصول" اس خط میں تحریر فرمائے ہیں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اور دوسری خوبی یہ ہے کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی متمدن دنیا کے حکمران اور بالخصوص اسلامی ریاستیں اس گرانقدر تحریر سے یا تاریخی دستاویز سے مستفیض ہو سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اس مختصر سی تحریر میں اس قدر جامع

دستور پیش کر دیا ہے۔ جیسے علم کے بیکراں سمندر کو کوزے میں بند کر دیا جائے۔ اور بالخصوص اسلامی نظام کے لئے اس سے بہتر دستور نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ دستاویز مختلف طبقات، اور اسلام کے مختلف فرقوں کو بھی اتحاد و یگانگت، صلح و امن، ملکی استحکام و بقا، دین و دنیا، زہد و تقویٰ، عزت نفس، انسانی عظمت و رفعت ان تمام امور کے لئے اک عام دعوت فکر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ حاکم و رعایا کے مابین جو امتیاز اور ایک دوسرے پر استحقاق ہے یا اُن کی ذمہ داریاں ہیں ان تمام کی تشریحات پیش کر رہی ہے

اس سلسلے میں جناب ایس ایم عباسی صاحب گورنر سندھ لائق مبارکباد ہیں جنھوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے اس اہم خط کا انتہائی توجہ سے مطالعہ کیا اور شاید یہی سبب ہوا کہ انھوں نے اس دستوری تجاویز سے استفادہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنے صوبہ کے مختلف سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے افسران و ارکان کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ اگر ایسا ہی اقدام حکومت پاکستان کی جانب سے کیا جائے۔ اور اس تاریخی دستاویز کا مختلف صوبائی زبانوں میں ترجمہ کرانے کے بعد اس پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت جاری کی جائیں، تو نہ صرف یہ کہ ایک مستحسن اقدام ہوگا۔ بلکہ اسلامی نظام کی راہ میں یہ تحریر ایک سنگِ میل ثابت ہوگی۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے خط کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

اطاعتِ خداوندی کا حکم

امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے گورنر مصر مالکِ اشتر کو دستوری حکم ایک دستاویز کی صورت میں اس طرح تحریر فرمایا کہ اے مالک تمہیں تقوائے الٰہی کا، اطاعتِ خداوندی کا اور کتابِ الٰہی کے مقرر کردہ فرائض و سنن کی پیروی کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ بندے کی سعادت اللہ کے احکام کی پیروی سے وابستہ ہے اور ان سے انکار کرنے اور انھیں گنوا دینے میں اس کی سوا مر بدبختی ہے۔

(۲)

نصرتِ خدا کے لئے حکم

اے مالک اللہ کی نصرت میں اپنے دل، اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے سرگرمِ عمل رہو۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو کوئی اس کی نصرت و تائید میں کمربستہ رہے گا اس کو بھی خدا کی نصرت و تائید ہر وقت حاصل رہے گی۔

(۳)

نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے حکم

اے مالک اپنی خواہشوں کے موقعوں پر اپنے نفس کو توڑ دو۔ سرکشی کے وقت اُسے روکو۔ کیونکہ نفس بُرائی کی جانب لے جاتا ہے۔ اگر تم اپنے نفس کو قابو میں رکھو گے تو خداوند کریم کا رحم بھی تمہارے شاملِ حال رہے گا۔

(۴)

جس جگہ تم حاکم بنا کر بھیجے جاؤ اس مقام کی اہمیت کو سمجھنے کا حکم

اے مالک ذرا غور سے سنو! میں تمکو ایسے ملک میں بھیج رہا ہوں جس پر تمہارے سے پہلے بھی لوگ حکومتیں کر چکے ہیں جسمیں عادل اور ظالم دونوں قسم کے لوگ تھے تمکو خیال ہونا چاہیئے کہ عوام تمہاری حکومت کو بھی اسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اگلے حاکموں کی حکومت کو دیکھتے رہے ہو۔ اور یاد رکھنا لوگ تمہارے حق میں بھی وہی کہیں گے جو تم ان (خراب حاکموں) کے حق میں کہا کرتے تھے۔

(۵)

حاکم کے ذاتی اوصاف کے متعلق حکم

اے مالک تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نیک آدمی اس آواز سے پہچانا جاتا ہے جو خداوند کریم اپنے بندوں کی زبان پر اس کے لئے جاری کر دیتا ہے (اچھے حاکم کی سب تعریف کرتے ہیں)۔

لہٰذا تمہارا دل پسند ذخیرہ، عمل صالح کا ذخیرہ ہو یہ ذخیرہ صرف اسی طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنی خواہشوں پر قابو حاصل ہو۔ جو چیز حلال نہیں ہے اس کے لئے تیرا دل کتنا ہی مچلے اپنے آپ کو اس سے دور رکھنا۔ یہ بھی جان لو کہ محبوبات و مکروہات میں نفس کی مخالفت کرنا ہی نفس سے انصاف کرنا ہے۔ اپنے دل میں رعایا کے لئے رحم، محبت، لطف پیدا کرنا خبردار رعایا کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اُسے لقمہ بنا ڈالنے میں ہی تجھے اپنی کامیابی دکھائی دے۔

(۶)

رعایا کی تعریف

اے مالک رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک تمہارے دینی بھائی (یعنی مسلمان) دوسرے مخلوقِ خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی۔

لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہیں۔ جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے ٹھوکریں کھاتے ہیں لیکن تم اپنے عفو کرم کا دامن ان خطا کاروں کے لئے اس طرح پھیلا دینا جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خداوند کریم تمہاری خطاؤں کے لئے اپنا دامن عفو و کرم پھیلا دے۔

(۷)

کائنات میں حاکم کے اوپر حاکم۔

اے حاکم تم یہ کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے اوپر افسر ہو۔ خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خداوند کریم خلیفہ کے اوپر حاکم ہے خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر (ملک) کی ترقی اور اصلاح کی ذمہ داری تمہیں سونپ دی ہے خداوند کریم سے ہرگز لڑائی مول نہ لینا کیونکہ اسکی گرفت بہت سخت ہے۔ تمکو خدا کی رحمت اور عفو کی ہر وقت ضرورت ہے۔

(۸)

غصے سے بچنے کا حکم۔

اے مالک تم کبھی عفو پر نادم مت ہونا لوگوں کو سزا دینے پر کبھی شیخی نہ بگھارنا غصہ آنے ہی کبھی

دوڑ مت پڑنا۔ بلکہ جہاںتک ممکن ہو غصہ سے بچنا اور اسکو پی جانا۔

(۹)

اپنے عہدے پر مت اترانا

خبردار اے مالک تم رعایا سے کبھی یہ نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنادیا گیا ہوں اور اب میں سب کچھ ہوں سب کو میری تابعداری کرنی چاہیئے۔ اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے (غرور آجاتا ہے) دین میں کمزوری آجاتی ہے۔ اور پھر خداوند کریم کی طرف سے بربادی اس پر نازل ہوتی ہے۔ اور اگر حکومت کی وجہ سے غرور ہونے لگے تو سب سے بڑے حاکم (بادشاہ) خدا کی طرف دیکھنا جو تمہارے اوپر حاکم ہے اور تم پر وہ قدرت رکھتا ہے ایسی قدرت جو تم خود اپنے اوپر نہیں رکھتے ہو۔ اگر ایسا کروگے تو نفس کی طغیانی کم ہوجائیگی حدت گھٹ جائیگی تمھکی روح لوٹ آئے گی۔

(۱۰)

خدا کی ہمسری مت کرنا

خبردار اے مالک تم خدا کے ساتھ اس کی عظمت میں بازی نہ لگانا (یعنی ہمسری مت کرنا) اس کی جبروت میں تشبہ اختیار نہ کرنا۔ خدا جباروں کو ذلیل کرڈالتا ہے۔ اور مغروروں کو نیچا دکھادیتا ہے۔

(۱۱)

سب کے حقوق برابر ہیں

اے مالک اپنی ذات کے معاملے میں۔ اپنے خاص عزیزوں کے معاملے میں جنہیں تم اپنی رعایا میں سے خاص طور پر چاہتے ہو دوسروں کے مقابلے میں بے جا طور پر کوئی خاص رعایت اور مراعات نہ دینا کیونکہ یہ خدا اور اس کے بندوں کے خلاف ناانصافی ہوگی۔ اس طرح تم ظلم کرنے والے کہلاؤگے۔

(۱۲)

ظالم کا دشمن خدا بن جاتا ہے

اے مالک یاد رکھو جو کوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ تو خدا خود اپنے مظلوم بندوں کی طرف سے ظالم کا حریف بن جاتا ہے۔ اور معلوم ہے خدا جس کا حریف بن جائے اس کی حجّت باطل ہو جاتی ہے۔ خدا مظلوموں کی سنتا ہے اور ظالموں کی تاک میں رہتا ہے۔

(۱۳)

تمہاری رائے کس طرح کی ہونی چاہیئے

اے مالک تمہیں سب سے زیادہ پسندوہ راہ ہونا چاہیئے جو حق کے لحاظ سے سب سے زیادہ درمیانی انصاف کی رو سے سب سے زیادہ عام اور رعایا کو سب سے زیادہ رضامند کرنے والی ہو۔ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بہالے جاتی ہے اور خواص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے گوارا کرلی جاتی ہے۔

(۱۴)

خواص کے مقابلہ میں عوام کو زیادہ اہمیت دینا

اے مالک یہ بھی یاد رکھو کہ خوشحالی میں جو لوگ حاکم کے لئے سب سے بڑا بوجھ سب سے کم کارآمد انصاف سے دور رکھنے والے۔ مانگنے میں اصرار کرنے والے بخشش و عطا کے موقع پر کم شکرگزار ہونے والے انعام و اکرام سے محرومی پر عذر نہ سننے والے اور زمانے کی کروٹوں کے مقابلے میں سب سے کم ثابت قدم رہنے والے یہ خواص ہی ہوتے ہیں۔ دین کا اصل ستون۔ مسلمانوں کی اصلی جمعیت۔ دشمن کے مقابلے میں اصلی طاقت، امت کے عوام ہی ہیں۔ لہٰذا عوام کا تمہیں زیادہ خیال رکھنا چاہیئے

(۱۵)

لوگوں کے عیب پر پردہ ڈالنا

اے مالک تمہاری مجلس میں سب سے زیادہ دور اور تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مکروہ وہ

شخص ہونا چاہیئے جو لوگوں کے عیب ڈھونڈھا کرتا ہے لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ یہ کام حاکم کا ہوتا ہے کہ ان کے عیب ڈھکے۔ خبردار چھپے ہوئے عیبوں کی کرید کرنا۔ تمہارا منصب بس یہ ہے کہ جو عیب چھپے ہوئے ہیں ان کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو۔ حتی المقدور لوگوں کے ڈھکے کو ڈھکا ہی رہنے دینا۔ ایسا کروگے تو خدا بھی تمہارے وہ عیب ڈھکے رہنے دے گا جو تم رعایا سے چھپانا چاہتے ہو۔

(۱۶۹)

بغض کینہ اور عداوت سے دور رہنا

اے مالک وہ سب اسباب دور کر دینا جو لوگوں میں بغض و کینہ پیدا کرتے ہیں عداوت و غیبت کی ہر رسی کاٹ ڈالنا۔ خبردار چغلخور کی بات ماننے میں جلد بازی نہ کرنا کیونکہ چغلخور دغاباز ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ خیرخواہ کا روپ بھر کر سامنے آتا ہے۔

(۱۷۰)

بخیل۔ بزدل۔ اور حریص کو اپنے مشوروں میں شریک مت کرنا

اے مالک اپنے مشوروں میں بخیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تم کو احسان کرنے سے روکے گا اور فقر سے ڈرائے گا۔

بزدل کو بھی صلاح میں شریک نہ کرنا کیونکہ وہ مہمات میں تمہاری ہمت کمزور کردیگا حریص کی بھی رائے نہ ماننا کیونکہ ظلم کی راہ سے دولت سمیٹنے کی ترغیب دے گا یاد رکھو بخل، بزدلی، حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر ان کی بنیاد خدا سے سوء ظن پر ہے۔

تمہارے مددگار اور وزراء کیسے ہونا چاہیئیں

اے مالک اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہارے لئے سب سے بدترین وزیر وہ ہوگا جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر اور گناہوں میں انکا شریک رہ چکا ہو۔ ایسے آدمی کو

اپنا وزیر نہ بنانا کیونکہ اس قسم کے لوگ گنہگاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھی ہوتے رہیں ان کی جگہ تمہیں ایسے آدمی مل جائیں گے جو عقل اور تدبیر میں انکے برابر ہوں گے مگر گناہوں سے انکی طرح لدے نہ ہوں گے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہوگی، نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا۔

ایسے لوگوں کو اپنا مشیر بنانا جو دوسروں سے اپنا ربط و ضبط نہ رکھیں اور ہر طرح سے تمہارا خیال رکھیں پھر ان لوگوں میں سے انکا چناؤ کرنا جو حق بات تمہارے سامنے کہنے سے خائف نہ ہوں۔ پھر تم ان لوگوں کو اس بات کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامے کے بغیر تمہاری تعریف نہ کریں کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کردیتی ہے اور سرکشی کی منزل کے قریب کردیتی ہے ہر شخص کو اس کی منزل پر رکھو جس کا وہ مستحق ہے۔ اپنے عہدیداروں پر نظر رکھنا۔ آزمائش کے بعد اُن کو منصب دینا۔ کبھی رعائت جانبداری کی بناء پر انھیں منصب نہ دینا۔ اس لئے کہ یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کی ہیں۔ ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ غیر تمند۔ اعلیٰ خاندان، بلند اخلاق، حرص و طمع سے بچنا ہو اور اسلام کے سچے خادم ہوں انکی کارکردگی پر نظر رکھنا۔ حکومت کے رموز و اسرار ان کے سپرد کرنا جو سب سے زیادہ معتبر اور اخلاق کے مالک ہوں جنھیں اعزازات سرکش نہ بنا سکیں کہ وہ بھری محفل میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور تمہارے خلاف سازشوں کو چلنے میں کمزوری دکھائیں۔

ایسے مشیروں اور وزیروں کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خود اعتمادی کی بناء پر کرنا چاہیئے کیونکہ لوگ تصنع اور حسن خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظر میں تعارف کی راہیں نکال لیتے ہیں۔ انھیں ان کی خدمات سے پرکھو جو تم سے پہلے حکمرانوں کی ماتحتی میں وہ انجام دے چکے ہیں جو عوام میں نیک نام ہوں انھیں خصوصیت کے ساتھ شامل کرو۔ اسکے علاوہ یہ بھی دیکھو کہ وہ کام کی زیادتی سے گھبرا نہ جاتے ہوں۔ یاد رکھو اگر ان کا معیار ایسا نہ ہوا تو ساری

ذمہ داری تم پر عائد ہوگی۔

اہلِ تقویٰ و صدق کو اپنا مصاحب بنانا۔ انھیں ایسی تربیت دینا کہ تمہاری جھوٹی تعریف کبھی نہ کریں کیونکہ تعریف کی بھرمار سے آدمی میں غرور پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۹)

تمہارا ذاتی عمل کیسا ہونا چاہیئے

اے مالک تمہارے نزدیک نیکوکاروں اور خطاکاروں کو برابر نہ ہونا چاہیئے اگر ایسا کیا تو نیکوکار کی ہمت پست ہو جائیگی اور خطاکار اس طرزِ عمل سے شوخ ہو جائینگے۔

انتظامی امور میں ہر آدمی کو اس کی قابلیت کے مطابق عہدہ دینا۔

(۲۰)

رعایا اور اپنے درمیان حسنِ سلوک

اے مالک تمہیں جاننا چاہیئے کہ رعایا اور حاکم کے درمیان حسنِ ظن اسی طرح پیدا ہوتا ہے کہ حاکم رعایا پر رحم و کرم کی بارش کرے۔ اس کی تکلیفیں دور کرے۔ اور عوام سے کوئی ایسا مطالبہ نہ کرے جو اُن کے بس سے باہر ہو۔ اے مالک یہ زرّیں اصول تمہارے لئے بہت کافی ہیں۔ اس طرزِ عمل سے رعایا تم سے خوش رہے گی اور تمہاری بہت سی مشکلات کو حل کرنے میں تمہاری معاون و مددگار ثابت ہوگی۔

اور یاد رکھو کہ خود تمہارے حسنِ ظن سے زیادہ مستحق وہ ہوں جو تمہارے امتحان میں سب سے اچھے اُتریں اور اس کے برخلاف تمہارے سوءِ ظن کے بھی سب سے زیادہ مستحق وہ ہوں جو تمہاری تکلیف اور آزمائش کے دن میں تمہارے ساتھ برے رہے۔

اے مالک کسی اچھے دستور کو مت توڑنا جو وہاں پہلے سے رائج ہو۔ جس کو امت کے اچھے لوگ جاری کر گئے ہوں۔ جس کے سبب عوام میں اتحاد پیدا ہوا ہو۔ اگر تم نے اس اچھے دستور کو توڑا۔ تو اس اچھے دستور کا ثواب اگلوں کو ملے گا۔ اور عذاب تمہارے حصہ میں آئے گا تمہدا

کام یہ ہے کہ اس سلسلے میں تم اہل علم و عرفاں سے استفادہ حاصل کرو تاکہ وہ لوگ تعمیر اور اصلاح مملکت میں تمہاری مدد کر سکیں اور تمہاری حکومت کو استحکام و دوام ملے۔

(۲۱)

عوام کی درجہ بندی

اے مالک اس بات کا خیال رکھنا کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں، جو ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں اور آپس میں کبھی بے نیاز نہیں رہ سکتے ان کی درجہ بندی اس طرح ہے۔

۱۔ ایک طبقہ وہ ہے جسے خدا کی فوج کہنا چاہیئے۔

۲۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو عوام و خواص کا تحریری کام کرتا ہے (دفتری لوگ)

۳۔ انصاف کرنے والوں کا طبقہ ہے (قاضیوں)

۴۔ چوتھا طبقہ امن اور انتظام کے عمال ہیں۔

۵۔ پانچواں ذمی اور مسلم اہل جزیہ و اہل خراج کا ہے۔

۷۔ ساتواں طبقہ غریبوں اور مسکینوں کا ہے جو نچلا طبقہ کہلاتا ہے۔

اے مالک خداوند کریم نے ہر طبقے کا حصہ کتاب الہٰی اور سنت محمدیؐ کے ذریعے مقرر کر دیا ہے۔ اور ہمارے ذمے ان کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ دی ہے جنکی دیکھ بھال ہمارا فرض ہے۔

اے مالک ان طبقات کی تشریح اور توضیحات اس طرح ہے کہ خدا کی فوج والا طبقہ رعایا کا قلعہ ہے۔ حاکم کی زینت ہے۔ دین کی قوت۔ امن کی ضمانت ہے رعایا کا قیام فوج ہی سے ہے لیکن فوج کا قیام خراج سے ہے جو خدا اس کے لئے نکالتا ہے خراج ہی سے سپاہی جہاد میں تقویت پاتا ہے اور اپنی حالت درست کرتے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقوں فوجیوں اور اہل خراج کی بقا کے لئے تیسرا

طبقہ ضروری ہے یعنی قضاۃ عمال کتاب کا طبقہ کہ یہی لوگ ہر قسم کی مالی معاملات انجام دیتے ہیں اور ان چاروں طبقوں کی بقا کے لئے تاجر اور اہل حرفہ ضروری ہیں کہ بازار لگائے اور سب کی ضرورتیں مہیا کرتے ہیں۔ آخر میں ادنیٰ طبقہ آتا ہے اور اس طبقہ کی امداد و اعانت از بس ضروری ہے۔ خدا کے یہاں سب کی گنجائش ہے اور کاحاکم پر سب کا حق قائم ہے۔ حاکم جتنی بھی بھلائی کر سکتا ہے۔ کرتا رہے۔ مگر اس بارے میں اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک توفیق الٰہی کی دعا کے ساتھ عزم مصمم بھی نہ رکھے کہ حق ہی کا ساتھ دے گا حق ہی پر ثابت قدم رہے گا۔ چاہے حق آسان ہو یا مشکل۔

(۲۲)

فوج اور فوجی سرداروں کے متعلق حکم

اے مالک اپنی فوج اور ملک کے دفاع کے معاملے میں ہوشیاری سے کام لینا انہی لوگوں کو افسر بنانا جو تمہارے خیال میں اللہ کے رسول کے اور تمہارے امام کے سب سے زیادہ خیرخواہ ہوں۔ صاف دل ہوں۔ ہوشمند ہوں جلد غصے میں نہ آجاتے ہوں۔ عذر معذرت قبول کر لیتے ہوں۔ کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں۔ زبردستوں پر سخت ہوں۔ اے مالک اس بات کا خاص خیال رکھنا کہ انکی سختی انکو جوش میں نہ لے آتی ہو اور ان کی کمزوری انھیں بٹھا نہ دیتی ہو۔ اے مالک اس بات پر خاص توجہ ہونی چاہیئے کہ جب تم فوج کا انتخاب کرو تو ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو حسب نسب کر اور خاندان کے اچھے ہوں جنکا ماضی بے داغ ہو جو ہمت و شجاعت جو دو سخا سے آراستہ ہوں شرافت اور نیکی یا درکھنا انہی لوگوں میں تمکو زیادہ ملے گی۔

(۲۳)

فوجیوں کی تنخواہوں کے متعلق حکم

ان فوجیوں کے معاملات کی ویسی ہی فکر کرنا جیسی فکر والدین کو اپنی اولاد کی ہوتی ہے ان کی تقویت اور درستی حال کے لئے جو بن پڑے کرتے رہنا اور جو کچھ کرنا اسے بہت نہ سمجھنا اپنے

کم سے کم لطف و احسان کو بھی معمولی سمجھنا کیونکہ اس سے انکی خیر خواہی بڑھے گی۔ اور حسن ظن میں اضافہ ہوگا۔ ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورتوں سے بھی بے پرواہی اس بھروسہ پر نہ کرنا کہ تم ان کی بڑی ضرورتوں کا خیال کر رہے ہو۔ اس طرح تمہاری معمولی رعایت بھی ان کے لئے نعمت ہوگی اور بڑی ضرورتوں میں تو وہ سراسر تمہارے لطف و کرم کے ہمیشہ محتاج ہی رہیں گے۔

(۲۴)

فوجی افسروں کو اپنے قرب میں جگہ دینے کیلئے ہدایت

اے مالک وہی فوجی سردار تمہارے سب سے زیادہ مقرب ہوں جو فوجیوں کی سب سے زیادہ مدد کرتے ہوں۔ اپنے ہاتھ کی دولت سے سپاہیوں کو انکی ضرورتوں اور بال بچوں کی فکروں سے آزاد کرتے ہوں تاکہ پوری فوج ایک دل ہو جائے اور اس کے سامنے بس ایک ہی خیال رہے وہ یہ کہ ہمکو صرف ملک کا دفاع کرنا ہے اور دشمنِ دین و ملت سے جنگ کرنی ہے۔ اگر تم فوجی سرداروں پر توجہ دوگے تو سپاہیوں کے دل تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔

(۲۵)

رعایا کی دلجوئی کے متعلق حکم

اے مالک حاکم کی آنکھ کی ٹھنڈک کس چیز میں ہونی چاہیئے اس میں کہ خود انصاف قائم کرے اور رعایا اس سے اپنی محبت ظاہر کرتی رہے۔ رعایا کی محبت ظاہر کرتی ہوتی۔ جب تک اس کے دل سلیم نہ ہوں۔ رعایا کی خیر خواہی صحیح نہیں ہوتی جب تک اسے حاکم سے سچی محبت نہ ہو۔ اس کی حکومت کو بوجھ اور اس کے زوال میں دیر کو وبال نہ سمجھتی ہو۔

لہٰذا ضروری ہے کہ رعایا کی امیدوں کے لئے میدان کشادہ رکھنا اس کی دلجوئی برابر کرتے رہنا۔ اس کے بہادروں کے کارنامے سراہتے رہنا۔ اچھے کاموں کی تعریف سے بہادروں کا جوش بڑھتا ہے۔ اور پیچھے رہجانے والوں کی ہمتیں اونچی ہوتی ہیں۔

ہر آدمی کے کارنامے کا اعتراف کرنا ایک کا کارنامہ دوسرے سے منسوب نہ کرنا۔ انعام

دینے میں کبھی کوتاہی نہ کرنا۔ خاندانی ہونے کی وجہ سے کسی کے معمولی کام کو بڑھا چڑھا نہ دینا اسی طرح ادنیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے کسی کے بڑے کارنامے کی بے قدری نہ کرنے لگنا۔

(۲۶)

جب تمہاری عقل بالکل کام نہ کرے

اے مالک مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت علم کام نہ دے تو انھیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسُول کی طرف لوٹا دینا۔ کیونکہ خداوند کریم مسلمانوں کی ہدایت کے لئے قرآنِ کریم میں ارشاد فرما چکا ہے۔ "ترجمہ:۔ اے وہ جو ایمان لائے ہو۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسُول کی اور اپنے میں سے اہل الحل والعقد کی، لیکن اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس بات کو اللہ و رسُول کے پاس لوٹاؤ جس کا حکم ہر شئے پر چلتا ہے"۔

اے مالک اللہ کی طرف معاملے کو لوٹانا یہ ہے کہ کتاب محکم اور نصِ صریح کی طرف لوٹا جائے اور رسولؐ کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنت نبویؐ کو لیا جائے۔ نہ کہ اُسے جسمیں اختلاف پڑ گیا ہے۔

(۲۷)

محکمۂ عدلیہ کے متعلق حکم

اے مالک ملک میں انصاف قائم کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے اچھے ہوں۔ اور اپنے اندر مندرجہ ذیل خوبیاں رکھتے ہوں۔

(جج اور قاضیوں کا چناؤ)

۱۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے گھبرا نہ جاتے ہوں۔

۲۔ اپنی غلطی کے اعتراف کرنے میں اڑ نہ جاتے ہوں۔

۳۔ حق ظاہر ہو جانے کے بعد باطل سے چمٹے نہ رہتے ہوں۔

۴۔ رشوت خور نہ ہوں۔

۵۔ فیصلہ دینے سے پہلے غور و فکر کے عادی ہوں۔

نمبر ۲۸

جج اور قاضیوں کے متعلق ہدایات

اے مالک تمہارا فرض ہے کہ اپنے قاضیوں کے فیصلوں کی جانچ پڑتال کرو

۱۔ انکی تنخواہ بہت معقول ہونی چاہیئے تاکہ انکی تمام ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔

۲۔ کسی کے سامنے انھیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

۳۔ اپنے دربار میں انھیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے کسی مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انھیں نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہو سکے۔ یعنی عدلیہ انتظامیہ سے بالکل آزاد ہونی چاہیئے۔

۴۔ اے مالک ان تمام باتوں پر پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تو اپنی خواہشوں پر چلتے اور دین کے نام پر دنیا کمایا کرتے تھے۔

نمبر ۲۹

عمّال حکومت پر بھرپور نظر ہونی چاہیئے

اے مالک حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہوگی۔ جسے مقرر کرنا امتحانًا مقرر کرنا اور رعایت سے یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا۔ کیونکہ اس کرنے سے ظلم و خیانت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اچھے گھرانوں اور سابق میں اسلام کی خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں اپنی آبرو کا خیال رکھتے ہیں طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔

عہدہ داروں کو بہت اچھی تنخواہیں دینا اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور حکومت کے اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان کے ہاتھ میں ہوگا

اس پر بھی حکم عدولی کریں یا امانت میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر حجت ہوگی۔ مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان پر چھوڑ دینا۔ یہ اس لئے کہ جب انھیں معلوم ہوگا کہ خفیہ نگرانی بھی ہورہی ہے تو امانت داری اور رعایا سے مہربانی میں اور زیادہ چست ہو جائیں گے۔ پھر اگر ان میں سے کوئی شخص خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور تمہارے جاسوسوں سے تصدیق ہو جائے تو بس یہ شہادت کافی ہے تم بھی سزا کا ہاتھ بڑھانا جسمانی اذیت کے ساتھ خیانت کی رقم بھی اگلوا لینا۔ خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کر ڈالنا۔

نمبر ۳۰

محکمہ مال گزاری کے متعلق ہدایات

اے مالک دیکھو محکمہ خراج کی نگرانی میں کوتاہی نہ ہو۔ خراج کے ٹھیک رہنے ہی میں سب کی بھلائی و خوشحالی ہے سب کے رزق کا مدار خراج پر ہے اور خراج کے تحصیلداروں لیکن خراج سے زیادہ ملک کی آبادی پر توجہ رہنا چاہیئے کیونکہ خراج بھی تو خوشحالی سے حاصل ہوتا ہے جو حاکم۔ آباد کاری کے بغیر خراج چاہتا ہے اس کی حکومت یقیناً چند روزہ ثابت ہوگی۔ اگر کاشتکار، خراج کی، کسی آسمانی آفت کی آبپاشی میں خلل پڑ جانے کی، رطوبت میں قلت کی۔ سیلاب یا خشکی کے سبب تقاوی کے خراب ہو جانے کی شکایت کریں تو ان کی سننا اور خراج کم کر دینا کیونکہ کاشتکار ہی تمہارا اصل خزانہ ہیں ان سے جو رعایت کروگے اس سے ملک کی فلاح ہوگی۔ حکومت کی رونق بڑھے گی۔ نیز تم رعایا سے مال کے خراج کے ساتھ تعریف خراج بھی وصول کروگے۔

اس وقت ان میں عدل پھیلانے سے تمہیں اور زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔

مشکلات میں ان کی قوت پر تمہارا بھروسہ بڑھ جائے گا اور جو راحت تم نے انھیں پہنچائی ہے اور جس انصاف کا تم نے انھیں خوگر بنا دیا ہے اس پر ان کی شکر گزاری تمھارے لئے خزانہ بنجائے گی ممکن ہے مشکلات نازل ہوں اور ان لوگوں پر بھروسہ کرنے کی مجبوری پیش آجائے ایسی حالت میں وہ بخوشی تمہارا ہر مطالبہ قبول کرلیں گے۔

ملک کی آبادی و سر سبزی، ہر بوجھ اٹھا سکتی ہے لہٰذا اس کا ہمیشہ خیال رکھنا ملک کی بربادی تو باشندوں کی غربت ہی سے ہوتی ہے اور باشندوں کی غربت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حاکم دولت سمیٹنے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ کیونکہ انھیں اپنے تبادلے اور زوال کا دھڑکا لگا رہتا ہے اور وہ عبرتوں سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔

جز ۳۱

انتظامی امور کے افسروں کے متعلق ہدایات

اے مالک اپنے منشیوں کے معاملے کو بھی بہت اہمیت دینا۔ یہ منصب بہترین آدمیوں ہی کے سپرد کرنا۔ راز کی خط و کتابت پر انھیں لوگوں کو مقرر کرنا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوں جنھیں نہ اعزاز گستاخ بنا دے کہ بھری مجلس میں تم سے بد تمیزی کرنے لگیں یا معاہدوں میں تمہاری مصلحتوں، فائدوں سے چوک جایا کریں یا اگر کسی معاہدے سے تمھیں نقصان پہنچ سکتا ہے تو اس سے مخلصی کی صورت نہ پیدا کر سکیں یہ لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ خود اپنی قدر جانتے ہوں، کیونکہ جو شخص اپنی قدر نہیں جانتا وہ دوسروں کی قدر کیا جانے گا؟

ان لوگوں کا چناؤ محض اپنی فراست میلانِ طبیعت یا حسنِ ظن کی بنا پر نہ کرنا

کیونکہ لوگوں کا دستور ہے کہ تصنع اور ظاہر داری سے اپنے آپکو حاکموں کی فراست کے مطابق بنا لیتے ہیں، مگر خیر خواہی اور امانتداری سے کورے ہوتے ہیں انتخاب میں یہ بھی دیکھنا کہ اگلے حاکموں کے تحت انہوں نے کیا خدمتیں انجام دی ہیں عوام کو ان سے کتنا فائدہ پہنچا ہے اور امانتداری میں ان کا شہرہ کیسا ہے۔ ان باتوں کا لحاظ رکھو گے تو بیشک سمجھا جائے گا کہ تم اللہ کے اور اپنی رعایا کے خیر خواہ ہو۔

ہر محکمے کا ایک صدر مقرر کرنا جو محکمے کے تمام کاموں کو اپنے ہاتھ میں رکھے اور مشکلات سے بد حواس نہ ہو۔ یاد رکھو تمہارے منشیوں میں جو عیب ہوگا اور تم اس سے چشم پوشی کرو گے تو وہ عیب خود تمہارا سمجھا جائے گا

۳۲

تجارت پیشہ حضرات اور صنعت کاروں کیمتعلق ہدایات

اے مالک تجار اور اہل حرفت کا پورا خیال رکھنا ان کا بھی جو مقیم ہیں ان کا بھی جو پھیری کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ملک کی دولت بڑھاتے ہیں۔ دور دور سے سامان لاتے ہیں، خشکیوں، تریوں، میدانوں، ریگستانوں سمندروں، دریاؤں، پہاڑوں کو پار کر کے ضروریات زندگی مہیا کرتے ہیں۔ ایسی ایسی جگہوں سے مال ڈھولاتے ہیں، جہاں اور لوگ نہیں پہنچ پاتے بلکہ وہاں جانے کی ہمت بھی نہیں کرتے۔ تاجر اور اہل حرفہ امن پسند لوگ ہوتے ہیں ان سے شورش و بغاوت کا اندیشہ نہیں ہوتا اس پر بھی ضروری ہے کہ پایہ تخت میں بھی اور اطراف ملک میں بھی ان پر نگاہ رکھی جائے۔ کیونکہ ان میں سے اکثر بڑے تنگدل بڑے بخیل ہوتے ہیں، اجارہ داری سے کام لیتے ہیں اور لین دین میں آنکھ میں دھول ڈال کر لوٹ لینا چاہتے ہیں۔

اجارہ داری کی قطعی ممانعت کر دینا۔ کیونکہ رسول اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے

لیکن ہاں خرید و فروخت خوش دلی سے ہو۔ باٹ ٹھیک رہیں۔ نرخ مقرر ہوں نہ بیچنے والا گھاٹے میں رہے، نہ مول لینے والا، مونڈا جائے، اور ممانعت پر بھی اگر کوئی اجارہ طلبی کا مرتکب ہو تو اعتدال کے ساتھ اسے عبرت انگیز سزا دی جائے۔

نمبر ۳۴

غریب مساکین اور محتاجوں کی دیکھ بھال کے متعلق ہدایات

اے مالک ادنیٰ طبقے کے لوگ جن کا کوئی سہارا نہیں، فقیر، مسکین، محتاج، قلاش اپاہج ان میں ایسے بھی ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے مگر خود صورت سوال ہیں ان لوگوں کے بارے میں جو فرض خدا نے تمہیں سونپا ہے اس پر نگاہ رکھنا اسے تلف نہ ہونے دینا۔ بیت المال میں ایک حصہ ان کے لئے خاص کر دینا۔ اور اسلام کی جہاں جو صافی جائداد موجود ہے اسکی آمدنی میں ان کا بھی حصہ رکھنا ان میں سے کون دور ہے۔ کون نزدیک؟ یہ نہ دیکھنا دور و نزدیک سب کا حق برابر ہے اور ہر ایک سے حق کی ذمہ داری تمہارے سر ڈالدی گئی ہے دیکھو دولت کا نشہ تمہیں ان بیچاروں سے غافل نہ کر دے۔ اگر تم نے اس بارے میں اہم واکثر کو پورا کر دیا تو بھی اس وجہ سے تمہاری معمولی غفلت بھی معاف نہ کی جائے گی۔ لہٰذا ان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آنا اور اپنی توجہ سے انھیں محروم نہ کرنا۔ ان میں ایسے بھی ہوں گے جو تمہارے پاس نہیں پہنچ سکتے انھیں نگاہیں ٹھکراتی ہیں۔ اور لوگ ان سے گھن کھاتے ہیں ان کی خبر گیری بھی تمہارا کام ہے۔ ان کے لئے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات خاص کر دینا۔ مگر یہ آدمی ایسے ہوں جو خوف خدا رکھتے ہوں اور دل کے خاکسار ہوں یہ لوگ ان بیکسوں کے معاملات تمہارے سامنے لایا کریں اور تم وہ کرنا کہ قیامت کے سامنے تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یاد رکھو رعایا میں ان غریبوں سے زیادہ انصاف کا محتاج کوئی نہیں یہ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا جو حق ہے۔ پورا پورا ادا کرتے رہنا۔ اور یتیموں کے پالنے والوں کا بھی خیال رکھنا ہو گا

اور ان کا بھی جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں جن کا کوئی سہارا باقی نہیں۔ جو بھیک مانگنے کے بھی لائق نہیں رہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں حاکموں پر بیشک گراں ہوتی ہیں لیکن یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ پورے کا پورا حق گراں ہی ہے۔ ہاں خدا حق کو کبھی ان کے لئے آسان کر دیتا ہے جو عاقبت کی طلب میں رہتے ہیں اور اسلئے مشکلات و مکروہات میں اپنے دل کو مضبوط بنا لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا یقین اس وعدۂ الٰہی پر پختہ ہے جو وہ پروردگار اپنے نیک بندوں سے کر چکا ہے۔

نمبر ۳۴

عوام سے عام ملاقات کرنے کے متعلق ہدایات

اے مالک تم اپنے وقت کا ایک حصہ فریادیوں کے لئے خاص کر دینا۔ سب کام چھوڑ کے ان سے ملا کرنا۔ ایسے موقعے پر تمہاری مجلس عام رہے کہ جس کا جی چاہے بے دھڑک چلا آئے۔ اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکساری برتنا، فوجیوں، افسروں اور پولیس والوں سے مجلس کو بالکل خالی رکھنا، تاکہ آنے والے دل کھول کر اپنی بات کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ کو بار بار فرماتے سنا ہے اس امت کی بھلائی نہیں ہو سکتی جس میں کمزوروں کو طاقتور سے پورا حق دلایا نہیں جاتا۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس مجلس میں عوام ہی جمع ہوں گے اب اگر بدتمیزی سے بات کریں یا اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکیں، تو خفا نہ ہونا۔ برداشت کر لینا خبردار زجر و توبیخ نہ کرنا۔ میری وصیت پر عمل کرو گے تو خدا تم پر اپنی رحمت کی چادریں پھیلا دے گا۔ اور اپنی فرمانبرداری کا ثواب تمہارے لئے اٹل کر دے گا۔

جس کو کچھ دینا، اس طرح کہ وہ خوش ہو جائے اور نہ دے سکتا تو اپنا عذر صفائی سے بیان کر دینا۔

نمبر ۳۵

دفتری کام کے متعلق ہدایت

اے مالک تمہارے ذمّہ بہت سے ایسے معاملات بھی ہوں گے جنہیں خود تم کو اپنے ہاتھوں سے انجام دینا ہوگا۔ وہ کام تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا ہوگا۔ خاصکر عمال حکومت کے ان مراسلوں کے جوابات جو تم کو لکھے گئے اور انکے جوابات تمہارے ماتحت نہیں دے سکتے ہوں ان کا جواب دینا۔ تمہاری ذمّہ داری ہے

نمبر ۳۶

روپیہ کے متعلق ہدایات

اے مالک اس بات کا خیال رکھنا کہ جس دن تمہارے خزانے میں روپیہ آئے اسی دن مستحقوں کو بانٹ دینا۔ اس سے تمہارے درباریوں کو کوفت ہوگی کیونکہ ان کی مصلحتیں تقسیم میں تاخیر و تعویق چاہے گی۔

یعنی زکوٰۃ اور فتوحات سے جو دولت بیت المال میں آئے تو اس کو جمع نہ کرنا فوراً محتاجوں اور مساکینوں کو فوراً پہنچا دینا۔

نمبر ۳۷

روز کا کام روز کرنا

اے مالک روز کا کام روز ختم کر دینا کیونکہ ہر دن کے لئے اسی کا کام بہت ہوتا ہے۔

نمبر ۳۸

اللہ کی عبادت اوّل وقت میں کرنیکے متعلق ہدایت

اے مالک اپنے وقت کا سب سے افضل حصہ، اپنے پروردگار کے لئے مخصوص کر دینا۔ اگرچہ سب وقت اللہ ہی کے ہیں۔ بشرطیکہ نیک نیت ہو اور رعایا کو اس کی نیک سے سلامتی ملتی ہو۔ خدا کے لئے دین کو خالص کرنے میں سب سے زیادہ یہ خیال ہے کہ فرائض بغیر کسی کمی بیشی کے کما حقہ بجالائیں۔ یہ فرائض صرف خدا کیلئے خاص ہیں اور ان میں کسی کا ساجھا نہیں۔ دن اور رات میں اپنا ایک وقت ضرور خدا کے لئے خاص کر دینا اور جو عبادت بھی تقرب الٰہی کے لئے انجام دینا اسطرح انجام دینا کہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہو کسی طرح کا کوئی نقص اس میں رہ نہ جائے چاہے اس سے تمہارے جسم کو کتنی ہی تکلیف ہو۔

۳۹

نماز کی امامت کرنے کے متعلق ھدایات

اے مالک۔ دیکھو، جب امامت کرنا تو ایسی امامت نہیں کہ لوگ نماز ہی سے بیزار ہو جائیں اور ایسی امامت بھی نہیں کہ نماز کا کوئی رکن ضائع ہو جائے یاد رکھو نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں تندرست بھی اور بیمار بھی۔ اور ضرورتمند بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خود مجھے یمن بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا تھا: "یا رسول اللہ امامت کس طرح کروں گا؟"

جواب ملا "! تیری نماز ویسی ہو جیسی سب سے کم طاقت نمازی کی ہو سکتی ہے اور تم مومنوں کے لئے رحیم ثابت ہونا۔

۴۰

عوام سے رابطہ رکھنے کے متعلق ہدایات

اے مالک یہ بھی ضروری ہے کہ رعایا سے تمہاری پوشی کبھی لمبی نہ ہو۔ رعایا سے چھپنا

حاکم کی تنگ نظری کا ثبوت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم رعایا کے حالات سے بے خبر ہو جاتا ہے جب حاکم رعایا سے ملنا جلنا چھوڑ دیتا ہے تو رعایا بھی ان لوگوں سے ناواقف ہو جاتی ہے جو اس سے پردے میں ہو گئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے بڑے لوگ اسکی نگاہ میں چھوٹے ہو جاتے ہیں اور چھوٹے لوگ بڑے بنجاتے ہیں اچھائی برائی بن جاتی ہے اور برائی اچھائی۔ حق اور باطل میں تمیز اٹھ جاتی ہے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ حاکم بھی آدمی ہوتا ہے اور ان سب باتوں کو جان نہیں سکتا۔ جو اس سے چھپا ڈالی جاتی ہیں، حق کے سر پر سینگ نہیں ہوتے کہ دیکھتے ہی سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہہ دیا جائے۔ سو چو تم دو میں سے ایک قسم کے آدمی ہو گے یا تو حق کے مطابق خرچ کرنے میں سخی ہو گے، ایسے ہو تو تمھیں چھپنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

حق کی طرف سے جو کچھ تمہارے ذمّے واجب ہو چکا ہے اُسے ادا کرو گے۔ یا اور کوئی نیک کام کر گزرو گے اور یا پھر تم بخیل و منع کی آزمائش میں ڈالے گئے ہو، تو اس صورت میں چھپنا غیر ضروری ہے کیونکہ اس قماش کے آدمی سے لوگ بڑی جلدی مایوس ہو کر خود ہی کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تم سے لوگوں کی زیادہ تر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تم پر کوئی بوجھ نہ پڑے گا۔ وہ کسی ظلم کی شکایت لے کر آئیں گے یا کسی معاملے میں انصاف کے طالب ہوں گے۔

نمبر ۴۹

درباریوں اور مصاحبوں کے متعلق ہدایات

اے مالک تمہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ حاکم کے درباریوں اور مصاحبوں میں خود غرضی تعلّی زیادتی بدمعاملگی ہوا کرتی ہے ان کے شر سے مخلوق کو بچانے کی صورت یہی ہے کہ انکی برائیوں کے سرچشمے ہی بند کر دیئے جائیں۔

خبردار! کسی مصاحب یا رشتہ دار کو جاگیر نہ دینا۔ ایسا کرو گے تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے۔ خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی بدگوئی تمہارے سر پڑے گی۔ حق کسی کے خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہیئے۔ چاہے تمہارا عزیز قریب ہو یا غیر۔ اس بارے میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزومند رہنا ہوگا، حقدار، خود تمہارے رشتہ دار ہوں اور عزیز ترین مصاحبوں ہی پر کیوں نہ پڑے تمہیں خوشدلی سے یہ گوارا کرنا ہوگا بیشک تم بھی آدمی ہو اور تمہیں اس سے کوفت ہو سکتی ہے لیکن تمہاری نگاہ ہمیشہ نتیجے پر رہنا چاہیئے یقین کرو نتیجہ تمہارے حق میں اچھا ہی ہوگا۔

۴۲

رعایا سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے

اگر رعایا کو تم پر کبھی ظلم کا شبہ ہو جائے تو بے دھڑک رعایا کے سامنے آجانا۔ اور اس کا شبہ دور کر دینا۔ اس سے تمہارے نفس کی ریاضت ہوگی۔ دل میں رعایا کے لئے نرمی پیدا ہوگی اور تمہارے عذر کا بھی اظہار ہو جائے گا۔ ساتھ ہی تمہاری یہ غرض بھی پوری ہو جائے گی کہ رعایا حق پر استوار رہے۔

۴۳

دشمن سے عہد و پیمان کے متعلق ھدایت

اے مالک دیکھو، جب دشمن ایسی صلح کی طرف بلائے جس میں خدا کی رضامندی ہو تو انکار نہ کرنا کیونکہ صلح میں تمہاری فوج کے لئے آرام ہے اور خود تمہارے لئے بھی فکروں سے چھٹکارا اور امن کا سامان ہے۔ لیکن صلح کے بعد دشمن سے خوب چوکس خوب ہشیار رہنا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے۔ صلح کی راہ سے اس نے تقرب اس لئے حاصل کیا ہو۔ کہ بے خبری میں تم پر ٹوٹ پڑے لہٰذا بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے اس معاملے

یں ظلم سے کام نہیں چل سکتا۔ اور جب دشمن سے معاہدہ کرنا یا اپنی زبان اُسے دیدینا تو عہد کی پوری پابندی کرنا۔ زبان کا پورا پاس کرنا۔ عہد کے بچانے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دینا کیونکہ سب باتوں میں لوگوں کو اختلاف رہا ہے۔ مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ آدمی کو اپنا عہد پورا کرنا چاہیئے۔ مشرکوں تک نے عہد کی پابندی کی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں سے بہت نیچے تھے۔ اس لئے تجربوں نے انھیں بتادیا تھا کہ عہد شکنی کا نتیجہ تباہ کن ہے۔ لہٰذا اپنے عہد، وعدے، زبان کے خلاف کبھی نہ جانا دشمن سے دغابازی نہ کرنا، کیونکہ یہ خدا سے سرکشی ہے اور خدا سے سرکشی بیوقوف و سرکش ہی کیا کرتے ہیں۔

"اور عہد کیا ہے؟ خدا کی طرف سے امن وامان کا اعلان ہے جو اس نے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کردیا ہے۔ عہد خدا کا حرم ہے جس میں سب کو پناہ ملتی ہے اور جس کی طرف سبھی دوڑتے ہیں۔ خبردار عہد و پیمان میں کوئی دھوکا، کوئی کھوٹ نہ رکھنا اور معاہدہ کی عبارت ایسی نہ ہونے دینا جو گول مول، مبہم ہو، کئی کئی مطلب اس سے نکلتے ہوں اگر کبھی ایسا ہو جائے تو عہد دے چکنے کے بعد ایسی عبارت سے فائدہ نہ اٹھانا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ معاہدہ ہو چکنے کے بعد اگر اس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو تو ناحق اُسے منسوخ نہ کردینا۔ پریشانی جھیل لینا۔ بدعہدی کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ بدعہدی پر خدا تم سے جواب طلب کرے گا۔ اور دنیا و آخرت میں اسکے مواخذے سے کہیں مفر نہ ہو گا۔

۴۴

خون ناحق مت بہانا

اے مالک خبردار، ناحق خون نہ بہانا۔ کیونکہ خونریزی سے بڑھ کر بدانجام، نعمت کا ڈھانے والا۔ مدت کو ختم کرنے والا کوئی کام نہیں، قیامت کے دن جب خدا کا دربار لگے گا تو سب سے پہلے خونِ ناحق ہی کے مقدمے پیش ہوں گے اور خدا فیصلہ کرے گا۔

یاد رکھو خونریزی سے حکومت طاقتور نہیں ہوتی بلکہ کمزور ہو کر مٹ جاتی ہے۔

اور یہ تو کھلی بات ہے کہ قتلِ عمد میں تم نہ خدا کے سامنے کوئی عذر پیش کر سکتے ہو نہ میرے سامنے۔ لیکن اگر سزا دینے میں، تلوار، ہاتھ سے نادانستہ اسراف ہو جائے تو حکومت کے غرّے میں مقتول کا خوں بہا اس کے وارثوں کے حوالے کرنے سے باز نہ رہنا۔"

۴۵

حسنِ اخلاق کے متعلق ہدایت

خبردار! خود پسندی کا شکار نہ ہو جانا۔ نفس کی جو بات پسند آئے، اس پر بھروسہ نہ کرنا۔ خوشامد پسندی سے بچنا۔ کیونکہ شیطان کے لئے یہ بڑا موقع ہوتا ہے کہ نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

خبردار! رعایا پر کبھی احسان نہ جتانا جو کچھ اسکے لئے اسے بڑھا چڑھا کر نہ دکھانا اور وعدہ خلافی بھی کبھی نہ کرنا۔ احسان جتانے سے احسان مٹ جاتا ہے، بھلائی کو بڑھا کر دکھانے سے حق کی روشنی چلی جاتی ہے اور وعدہ خلافی سے خدا بھی ناخوش ہوتا ہے

جلدبازی سے کام نہ لینا۔ ہر معاملے کو اسی وقت پر ہاتھ میں لینا اور انجام کو پہنچا دینا۔ نہ وقت سے پہلے اس کے لئے جلدی کرنا نہ وقت آجانے پر تساہل برتنا۔ اگر معاملہ مشتبہ ہو تو اس پر اصرار نہ کرنا۔ روشن ہو تو اس میں کمزوری نہ دکھانا۔ اصل یہ ہے کہ ہر کام اس کے وقت پر کرنا اور ہر معاملے کو اس کی جگہ پر رکھنا۔

کسی ایسی چیز کو اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا جس میں سب کا حق برابر ہے اور نہ ایسی باتوں سے انجان بن جانا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ خودغرضی سے جو کچھ حاصل کرو گے تمہارے ہاتھ سے چھن جائے گا اور دوسروں کو دے دیا جائے گا۔ جلد ہی تمہاری آنکھوں سے پردے اٹھ جائیں گے۔ اور مظلوم سے جو چھوٹے چکے ہو اس کی داد رسی ہوگی۔ دیکھو اپنے غصے کو، طیش کو، ہاتھ کو، زبان کو قابو میں رکھنا۔ سزا دینے کو

ملتوی کر دینا۔ یہاں تک کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے اس وقت تمہیں اختیار ہو گا کہ جو مناسب سمجھو کرو۔ مگر اپنے آپ کچھ قابو نہ پا سکو گے۔ جب تک پروردگار کی طرف واپسی کا معاملہ تمہارے خیالات پر غالب نہ آ جائے۔

۴۶
تمام برائیوں پر عمل کرنے کی تلقین

گزری ہوئی منصف حکومتوں، نیک دستوروں ہمارے نبیؐ کے واقعات اور اور کتاب اللہ کے فرائض ہمیشہ یاد رکھنا تاکہ اپنی حکومت کے معاملات میں ہمارے عمل کی پیروی کر سکو۔ تمہیں پوری کوشش سے میری ہدایتوں پر عمل کرنا چاہیئے جو اپنی اس وصیت میں لکھ چکا ہوں۔ میرا یہ عہد تم پر حجت ہے اور اس کے بعد تم اپنے نفس کی خواہشوں کا ساتھ دینے میں کوئی عذر نہ پیش کر سکو گے۔

۴۷
ربِّ جلیل کی بارگاہ میں دعا۔

میں اللہ بزرگ و برتر سے دست بدعا ہوں جس کی رحمت وسیع اور قدرت عظیم ہے کہ مجھے اور تمہیں اس راہ کی توفیق بخشے۔ جس میں اس کی رضامندی اور مخلوق کی بھلائی ہے۔ ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک کے لئے ہر طرح کی اچھائی ہے اور یہ کہ اس کی نعمت ہم پر پوری ہو۔ اس کی عزت افزائی بڑھتی ہے یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو۔ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ والسلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

والسلام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہج البلاغہ کی روشنی میں

زندگی کا منظر

حصہ سوم

نوجوان نسلوں کیلئے حضرت علیؑ کا

پیغام

کچھ لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا

یا علیؑ عید کب ہے

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ جس دن تم سے گناہ نہ ہو وہ دن تمہاری عید ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ کا ایک نادر خط

حضرت حسن علیہ السلام کے لئے

وصیّت نامہ

صفین کی ہولناک جنگ سے واپسی پر امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے لخت جگر فرزند رسول صلے اللہ علیہ وسلم حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب کے لئے یہ وصیت نامہ لکھا جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کا اخلاق وادب قاصر ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

دلِ شکستہ، بے بس، بیزار دنیا، مسافر عدم آباد، کہن سال پدر کی وصیّت ۔ کمسن آرزومند راہرو راہِ مرگ، ہدف امراض، اسیر دنیا، تاجر غرور، مقروض اجل، مغلوب نفس، قیدی موت، حلیف زرد، قرین حزن، نشانۂ آفات، جانشین اموات، نوخیز فرزند کے نام۔

فرزند زمانہ کی گردش، دنیا کی بے وفائی، آخرت کی نزدیکی نے مجھے ہر طرف سے غافل کر کے آنے والی زندگی کے اندیشوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب مجھے صرف اپنی فکر ہے تمام تشتت و فراز پیش نظر ہے۔ بے نقاب حقیقت آنکھوں کے سامنے ہے۔ سچّا معاملہ

ہے۔ اسی لئے میں نے یہ وصیت تیرے لئے لکھی ہے۔ خواہ تیرے لئے زندہ رہوں یا فنا ہو جاؤں کیونکہ مجھ میں تجھ میں کوئی فرق نہیں۔ تو میری جان ہے۔ میری روح ہے۔ تجھ پر آفت آئے گی تو پہلے مجھ پہ آئے گی۔ تیری موت میری موت ہوگی۔

فرزند! (میں تجھے وصیت کرتا ہوں) خدا سے خوف کر اس کے حکم پر کاربند ہو۔ اس کے ذکر سے قلب کو آباد کر۔ اس کی رسّی کو مضبوطی سے تھام۔ کیونکہ اس رشتہ سے زیادہ مستحکم کوئی رشتہ نہیں جو تجھ میں اور تیرے خدا میں موجود ہے بشرطیکہ تو خیال کرے۔

فرزند! دل کو موعظت سے زندہ کر، زہد سے مار، یقین سے قوت دے، حکمت سے روشن کر۔ موت کی یاد سے اس پر قابو پا۔ فانی ہونے کا اس سے اقرار لے مصائب یاد دلا کے اسے ہشیار بنا۔ زمانے کی نیرنگیوں سے اُسے ڈرا۔ بچھڑ جانے والوں کی حکایتیں اسے سنا۔ گزرے ہوؤں کی تباہی سے اُسے عبرت دلا ان کی اجڑی ہوئی بستیوں میں گشت کر۔ ان کی عمارتوں کے کھنڈر دیکھ اور دل سے سوال کر کہ ان لوگوں نے کیا کیا۔ کہاں چلے گئے؟ کدھر رخصت ہو گئے؟ کہاں جا کے آباد ہوئے؟

ایسا کرنے سے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنے دوست و احباب سے جدا ہو گئے۔ ویرانوں میں جا بسے اور تو بھی بس دیکھتے دیکھتے انہی جیسا ہو جائے گا۔ لہٰذا اپنی جگہ درست کر لے۔ آخرت کو دنیا کے بدلے نہ بیچ بے علمی کی حالت میں بولنا چھوڑ دے، بے ضرورت گفتگو سے پرہیز کر جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اس سے باز رہ۔ کیونکہ قدم کا روک لینا ہولناکیوں میں پھنسنے سے بہتر ہے۔

تو نیکیوں کی تبلیغ کرے گا تو نیکوں میں سے ہو جائے گا۔ برائی کو اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے برا ثابت کر۔ بُروں سے الگ رہ۔ خدا کی راہ میں جہاد کر، جیسا حق

ہے جہاد کرنے کا۔ خدا کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈر۔ حق کے لئے مصائب کے طوفان میں پھاند پڑ۔ دین میں تفقہ حاصل کر۔ مکروہات کی برداشت کا عادی بن، کیونکہ برداشت کی قوت بہترین قوت ہے۔

سب کاموں میں اپنے لئے خدا کی راہ تلاش کر، اس طرح تو مضبوط ہو جائے گا پناہ اور غیر مسخر قلعے میں پہنچ جائے گا۔

اپنے خدا سے دعا کرنے میں کسی کو شریک نہ کر، کیونکہ بخشش دعطا منع وحرمان سب خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ استخارہ زیادہ کر۔ میری وصیت خوب سمجھ۔ اس سے روگردانی نہ کرنا۔ وہی بات ٹھیک ہوتی ہے، جو مفید ہوتی ہے۔ بے فائدہ علم بیکار ہے اور اُس کی طلب ناروا!

فرزند! جب میں نے دیکھا کہ آخر عمر کو پہنچ گیا ہوں اور ضعف بڑھتا جا رہا ہے تو وصیت لکھنے میں مجھے جلدی کرنا پڑی۔ میں ڈرا کہیں وصیت سے پہلے ہی مجھے موت آجائے۔ یا جسم کی طرح عقل بھی کمزور پڑ جائے یا تجھ پر نفس کا غلبہ ہو جائے یا دنیاوی فکریں تجھے گھیر لیں اور تو سرکش گھوڑے کی طرح قابو سے باہر ہو جائے نو عمروں کا دل خالی زمین کی طرح ہوتا ہے جو ہر بیج قبول کر لیتی ہے۔

اسی خیال سے میں نے وصیت لکھنے میں جلدی کی، تاکہ دل کے سخت ہونے اور ذہن کے دوسری طرف لگ جانے سے پہلے ہی تو اس معاملے کو سمجھ لے جس کے تجربے اور تحقیق نے اگلوں نے تجھے بے نیاز کر دیا ہے اس کی راہ تگ ودو اور تجربے کی تلخیوں سے تجھے بچا لیا ہے۔ وہ چیز تیرے پاس بلا تکلف پہنچ رہی ہے جس کی جستجو میں ہمیں خود نکلنا پڑا ہے۔ اب وہ سب تیرے سامنے آرہا ہے جو شاید ہماری نگاہوں سے بھی او جھل رہ گیا ہو۔

فرزند! میری عمر تو اتنی دراز نہیں جتنی اگلوں کی ہوا کرتی تھی، تاہم میں نے

ان کی زندگی پر غور، اور ان کے حالات میں تفکر کیا ہے، ان کے پیچھے بحث و جستجو میں نکلا ہوں۔ حتیٰ کہ اب میں انہی میں کا ایک فرد ہو چکا ہوں۔ بلکہ ان کے حالات سے حد درجے واقف ہونے کی وجہ سے گویا ان کا اور ان کا اور ان کے بزرگوں کا ہمسن بن گیا ہوں۔

اسی طرح یہاں کا شیریں تلخ، سفید و سیاہ، سود و زیاں سب کچھ مجھ پر کھل گیا ہے۔ اس سب میں سے میں نے تیرے لئے ہر اچھی چیز چن لی ہے۔ ہر خوشنما چیز منتخب کر لی ہے۔ ہر بری اور غیر ضروری بات تجھ سے دور کر دی ہے اور چونکہ مجھے تیرا ویسا ہی خیال ہے جیسا شفیق باپ کو بیٹے سے ہوتا ہے اس لئے میں نے چاہا کہ یہ وصیت ایسی حالت میں ہو کہ تو ابھی کم عمر ہے۔ دنیا میں نووارد ہے۔ تیرا دل سلیم ہے۔ نفس پاک ہے۔

پہلے میں نے ارادہ کیا تھا کہ تجھے صرف کتاب اللہ اور اس کی تفسیر، شریعت اور اس کے احکام، حلال و حرام کی تعلیم دوں گا، پھر خوف ہوا مبادا تجھے بھی اسی طرح شکوک و شبہات گھیر لیں جس طرح لوگوں کو نفس پروری کی وجہ سے گھیر چکے ہیں، لہٰذا میں نے یہ وصیت ضروری سمجھی۔ یہ تجھ پر شاق ہو سکتی ہے مگر میں نے اسے پسند کر لیا اور گوارا نہ کیا کہ ایسی راہ میں تجھے تنہا چھوڑ دوں جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ امید ہے خدا میری وصیت کے ذریعے تجھے ہدایت دے گا اور سیدھی راہ کی طرف تیری راہنمائی کرے گا۔

فرزند! تیری جس بات سے میں خوش ہوں گا، یہ ہے کہ تو خدا سے خوف کرے۔ اس کے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرے۔ اپنے اسلاف اور خاندان کے پاک بزرگوں کی راہ پر گامزن ہو، کیونکہ جس طرح آج تو اپنے آپ کو دیکھتا ہے اسی طرح کل وہ بھی اپنے آپ کو دیکھتے تھے اور جس طرح تو

غور کرتا ہے، اسی طرح کل وہ بھی غور کرتے تھے۔ آخر تجربوں نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں اور فضول باتوں سے پرہیز کریں۔

لیکن اگر تیری طبیعت قبول نہ کرے اور انھیں کی طرح بذاتِ خود تجربے حاصل کرنے پر مصر ہو تو بسم اللہ! تجربہ شروع کر، مگر عقل و دانائی کے ساتھ شبہوں اور بحثوں میں بے عقلی سے الجھ کر نہیں اور اس سے پہلے کہ یہ کام شروع کرے اپنے خدا سے مدد کا خواستگار ہو۔ اس کی توفیق کا طالب ہو اور ہر قسم کے شبہات سے پرہیز کر۔ کیونکہ شبہات تجھے حیرت و گمراہی میں ڈال دیں گے اور جب تجھے یقین ہو جائے کہ قلب صاف ہو کر قبضے میں آگیا ہے عقل پختہ ہو کر جم گئی ہے اور ذہن میں یکسوئی پیدا ہو چکی ہے تو اس وقت اس وادی میں قدم رکھ ورنہ تیرے لئے یہ راہ تاریک ہوگی۔ اور تو اس میں بھٹکتا پھرے گا حالانکہ طالب دین کو نہ بھٹکنا چاہیئے۔ نہ حیرت میں پڑنا چاہیئے۔ ایسی حالت میں طالب دین کے لئے اس راہ سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

فرزند! میری وصیت خوب سمجھ، اور جان لے جس کے ہاتھ میں موت ہے اسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے، جو پیدا کرنے والا ہے، وہی مارنے والا بھی ہے جو فنا کرتا ہے۔ وہی حیات نو بھی بخشتا ہے اور جو مصیبت میں ڈال کے امتحان لیتا ہے۔ وہی نجات بھی دیتا ہے۔

یقین کر، دنیا کا قیام، اللہ کے اس ٹھہرائے ہوئے قانون پر ہے کہ انسان کو نعمتیں بھی ملتی ہیں اور ابتلاء و آزمائش بھی پیش آتی ہے۔ اور پھر آخرت میں آخری جزا دی جاتی ہے جس کا ہمیں علم نہیں۔ اگر کوئی بات تیری سمجھ میں نہ آئے تو انکار نہ کر دے بلکہ اُسے اپنی کم سمجھی پر محمول کر کے غور کر، کیونکہ اوّل اوّل تو جاہل ہی پیدا ہوا تھا پھر بتدریج علم حاصل ہوا اور ابھی معلوم نہیں کتنی باتیں ہیں

جن سے تو لاعلم ہے۔ جن میں تیری عقل حیران رہ جاتی ہے اور بصیرت کام نہیں دیتی۔ لیکن بعد چندے ان کا علم تجھے ہو جاتا ہے، پس تیری وابستگی اسی ذات سے ہو جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ رزق دیا ہے اور تیری خلقت پوری کی ہے۔ اسی کے لئے تیری عبادت ہو۔ اسی کی طرف تیرا سر جھکے اسی سے تیری خشیت ہو۔

فرزند! خدا کی بابت کسی نے ویسی تعلیم نہیں دی، جیسی محمد صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے، پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو اپنا رہنما بنا اور نجات کے لئے انہی کو قطب نما تصور کر۔

میں نے تجھے نصیحت کرتے میں کوتاہی نہیں کی ہے، اور یقین کر اپنی بھلائی کے لئے تو کتنا ہی غور کرے، میرے برابر غور نہ کر سکے گا۔

فرزند! اگر تیرے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اس کی سلطنت وحکومت کے بھی آثار دکھائی دیتے۔ اس کے افعال و اعمال بھی ظاہر ہوتے مگر نہیں وہ اللہ ایک ہی ہے، جیسا کہ خود اس نے اپنے بارے میں فرما دیا ہے۔ اس کی حکومت میں کوئی شریک نہیں ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ سب سے اوّل ہے۔ مگر خود اس کی ابتدا نہیں سب سے آخر ہے، مگر خود اس کی انتہا نہیں۔ اس کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ قلب کے تصوّر اور بصر کے ادراک پر اسکی ربوبیت موقوف ہو۔"

پس تیرا عمل ویسا ہو جیسا اس شخص کا ہوتا ہے جس کی حیثیت چھوٹی ہے مقدرت کم ہے اور اپنے پروردگار کی طرف اس کی اطاعت کی جستجو میں اس کی عقوبت کی دہشت میں اور اس کے غضب کے خوف میں جس کی محتاجی بہت بڑی ہے۔ یاد رکھو تیرے پروردگار نے تجھے اچھی باتوں کا حکم دیا ہے اور صرف

بُرائیوں سے منع کیا ہے۔

فرزند! میں نے تجھے دنیا کا نقشہ دکھا دیا ہے اس کی حالت بتا دی ہے اس کے ناپائیدار اور ہرجائی ہونے کی خبر سنا دی ہے آخرت کی حالت بھی تیرے پیش نظر کر دی ہے اور اس کی لذّت و نعیم کی بھی خبر دے دی ہے۔ میں نے مثالیں دے کر سمجھایا ہے کہ تو عبرت حاصل کرے اور ان پر عمل پیرا ہو جن لوگوں نے دنیا کو پرکھ لیا ہے، اس کی جدائی سے گھبرائے نہیں ان کی مثال ایسے مسافر کی ہے جو ناموافق قحط زدہ علاقے چھوڑ کر سرسبز و زرخیز علاقے کی طرف روانہ ہوئے ہیں یہ مسافر راہ کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں احباب کی جُدائی گوارہ کرتے ہیں سفر کی مشقتیں اٹھاتے ہیں، خوراک کی خرابی سہتے ہیں تاکہ کشادہ اور آرام دہ مقام تک پہنچ جائیں۔ کسی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتے، کسی خرچ سے جی نہیں چراتے۔ ان کے کے لئے ہر وہ قدم جو منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا ہے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے لیکن جو لوگ دنیا سے چمٹے ہوئے ہیں اس کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کی مثال اس مسافر جیسی ہے جو سرسبز شاداب زمین چھوڑ کر قحط زدہ زمین کی طرف چلا ہے اس کے لئے یہ سفر بدترین اور خوفناک سفر ہوگا اصلی مقام کی جُدائی اور نئے مقام میں آمد کو بھیانک مصیبت سمجھے گا۔

فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان خود اپنی ذات کو میزان بنا جو بات تجھے اپنے لئے پسند ہے وہی ان کے لئے پسند کر اور جو بات خود اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، ان کے حق میں بھی ناپسند کر۔ کسی پر ظلم نہ کر کیونکہ دوسرے کا ظلم تو اپنے آپ پر نہیں چاہتا سب کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آ جس طرح تیری خواہش ہے کہ وہ تجھ سے پیش آئیں لوگوں کی جو باتیں ناپسند ہوں وہ اپنے لئے بھی ناپسند کر۔ اگر لوگ تجھ سے وہی برتاؤ کریں جو تو ان سے کرتا ہے تو تو اسے ٹھیک سمجھ۔ بغیر علم کے کچھ نہ کہہ۔ اور

اگرچہ تیرا علم کتنا ہی کم ہو۔ اور ایسی بات کسی کے حق میں ہرگز نہ کہہ جو خود تو ان سے اپنے لئے سننا نہ چاہتا ہے۔

خود پسندی حماقت ہے اور نفس کے لئے ہلاکت، لہٰذا سلامت روی سے اپنی راہ طے کر۔

دوسروں کے لئے خزانچی نہ بن۱ اور جب تجھے خدا سے روشنی مل جائے تو تیرا تمام تر خوف اپنے پروردگار سے ہو۔

فرزند! تیرے سامنے ایک دور دراز، دشوار گزار سفر درپیش ہے اس سفر میں حسنِ طلب کی بڑی ضرورت ہے، اس سفر میں تیرا زادِ راہ ضرورت سے زیادہ نہ ہونے پائے کیونکہ اگر تو طاقت سے زیادہ بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھا کے چلے گا تو تیرے لئے وبال جان بن جائے گا۔ لہٰذا اگر بھوکے مزدور تیرا زادِ راہ قیامت تک کے لئے اٹھانے کو مل رہے ہوں تو انھیں غنیمت جان اور اپنا بوجھ ان پر رکھ دے۔ تاکہ کل ضرورت پر یہ توشہ تجھے کام دے، مقدرت کی حالت میں تیرا توشہ بار ہو جانا چاہیئے۔ کہ مبادا ضرورت آگھیرے اور تو کچھ نہ پائے، دولتمندی کے زمانے میں اگر کوئی قرض مانگے تو فوراً دے دے، تاکہ ناداری کے زمانے میں وہ تجھے واپس مل جائے۔

فرزند تیرے سامنے ایک کٹھن گھاٹی ہے۔ اس گھاٹی میں ایک ہلکا پھلکا آدمی بوجھل آدمی سے بہتر ہے اور سست رفتار تیز رفتار سے بدتر ہے۔ تیرا اس گھاٹی سے گزرنا لازمی ہے۔ اس کے بعد جنت ہے یا دوزخ، لہٰذا آخری منزل پر پہنچنے سے پہلے اپنا پیش خیمہ بھیج دے اور قیام سے پہلے ہی جگہ ٹھیک کر لے کیونکہ مرجانے

۱؎ بخیل اسکے سوا اور کیا ہے کہ دوسروں کا خزانچی ہے خود خرچ نہیں کرتا دوسروں کے لئے چھوڑ جاتا ہے اور وہ اسے بیدردی سے اڑا دیتے ہیں۔

کے بعد نہ معذرت ممکن ہوگی نہ دنیا کی طرف واپسی۔

یقین کرو جس کے دستِ تصرف میں زمین وآسمان کے خزانے ہیں اس نے مانگنے کی اجازت دے دی ہے اور قبول کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے اس نے کہا مانگ مل جائے گا، رحم کی التجا کرو، رحم کیا جائے گا۔ اس نے اپنے اور تیرے درمیان حاجب کھڑے نہیں کئے جو تجھے اس کے حضور پہنچنے سے روکیں۔ نہ سفارشیوں ہی کا تجھے محتاج بنایا ہے، جو اس کے سامنے تیری سفارش کریں تیری توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو بھی تجھے نہ محروم کرتا ہے نہ تجھ سے انتقام لیتا ہے اور جب تو دوبارہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ نہ تجھ پر طعنہ زن ہوتا ہے نہ تیری پردہ دری کرتا ہے۔ حالانکہ تو اس کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ توبہ کے قبول کرنے میں حجت نہیں کرتا۔ اپنی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا، بلکہ اس نے توبہ کو نیکی قرار دیا ہے ایک بدی کو وہ بزرگ و برتر ایک ہی گنتا ہے، مگر ایک نیکی کو دس شمار کرتا ہے۔ اس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے وہ تیری پکار سنتا ہے۔ تیری مناجات پر کان دھرتا ہے۔ تو اس سے مرادیں مانگتا ہے دل کی حالت بیان کرتا ہے۔ اپنی بپتا سناتا ہے اپنی مصیبتوں کی فریاد کرتا ہے اپنی مشکلوں میں مدد مانگتا ہے، تو اس سے عمر کی درازی، جسم کی تندرستی رزق کی کشادگی چاہتا ہے اور اس کی رحمت کے ایسے ایسے خزانے طلب کرتا ہے جو اس کے سوا کوئی اور دے نہیں سکتا۔ غور کرو اس نے طلب کی اجازت دے کر اپنی رحمت کے خزانوں کی کنجیاں تیرے حوالے کردی ہیں تو جب چاہے دعا کرکے اس کی نعمتوں کے دروازے کھلوالے، رحمتوں کا مینہ برسوالے۔ لیکن اگر اجابتِ دعا میں دیر ہو تو مایوس نہ ہو، کیونکہ قبولِ دعا کا مدار نیت کی صحت پر ہے۔ کبھی اجابتِ دعا میں اس لئے دیر ہوتی ہے کہ سائل کو زیادہ ثواب ملے۔ امیدوار کو زیادہ بخشش دیجائے

ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی مانگتا ہے اور محروم رہتا ہے، جلد یا بدیر طلب سے زیادہ اُسے دے دیا جاتا ہے یا پھر محرومی ہی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔ نہیں معلوم کتنی مرادیں ایسی ہیں کہ پوری ہو جائیں تو انسان کی عاقبت برباد ہو جائے پس تیری دعا انہی باتوں کے لئے ہو جو تیرے لئے سود مند ہیں اور جو نقصان دہ ہیں وہ دور رہیں۔ سُن لے مال و دولت بڑی چیز نہیں۔ مال تیرے لئے ہے تو مال کے لئے نہیں ہے۔

فرزند! تو آخرت کے لئے پیدا ہوا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ فنا کے لئے بنا ہے کہ بقا کے لئے، تو ایک ایسے مقام میں ہے جو ڈانوا ڈول ہے ... کی جگہ یہ محض آخرت کا راستہ ہے۔ موت تیرے تعاقب میں لگی ہوئی ہے۔ تو لاکھ بھاگے بچ نہیں سکتا۔ ایک نہ ایک دن تجھے شکار ہو جانا ہی ہے لہٰذا ہشیار رہ! کہ موت ایسی حالت میں نہ آ جائے کہ تو ابھی توبہ و انابت کی فکر ہی میں ہو اور وہ درمیان میں حائل ہو جائے ایسا ہوا تو بس تو نے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔

فرزند! موت پر، اپنے عمل پر اور موت کے بعد کی حالت پر ہمیشہ تیرا دھیان رہے تاکہ جب اس کا پیام پہنچے تو تیرا سب کچھ پہلے سے ٹھیک ٹھاک ہو، اور تجھے اچانک اس پیام کو سننا پڑے۔

فرزند! دنیا میں دنیا داروں کی محویت اور اس کی طلب میں ان کی مسابقت ... فریب نہ دے۔ کیونکہ خدا نے دنیا کی حقیقت کھول دی ہے، خدا ہی نے نہیں خود دنیا نے بھی اپنے فانی ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اپنی برائیوں پر سے نقاب اٹھا دی ہے۔ دنیا دار بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جو ایک دوسرے پر غراتے ہیں۔ طاقتور کمزوروں کو کھاتے ہیں۔ بڑے

چھوٹوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں ان میں کچھ تو بندھے ہوئے اونٹ ہیں جو ہر طرح کا نقصان کرتے پھرتے ہیں۔ ان کی عقل گم ہے۔ انجان رستوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ مصائب کی ناہموار وادیوں میں بلائیں اور آفتیں چرنے کے لئے چھوڑ دیئے گئے ہیں

نہ ان کا کوئی گلہ بان ہے نہ رکھوالا۔ دنیا انھیں تاریک گزرگاہوں میں لے گئی ہے، روشنی کے مینار ان کی آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں، دنیا کی بھول بھلیّوں میں پھنس گئے ہیں، اس کی لذتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اسی کو اپنا رب بنا لیا ہے۔ وہ ان کے ساتھ کھیل رہی ہے اور وہ اس کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ افسوس انھوں نے آنیوالی زندگی بالکل فراموش کردی ہے۔ عنقریب تاریکی چھٹ جائے گی۔ لیل و نہار کے مرکب پر جو سوار ہے وہ تو برابر رواں دواں ہی ہے چاہے کسی جگہ کھڑا ہی کیوں نہ ہو۔ مسافر ہے۔ گو یہ آرام کہیں مقیم ہی کیوں نہ ہو۔

فرزند! تو اپنی سب امیدوں میں کامیاب ہو نہیں سکتا۔ زندگی سے زیادہ جی نہیں سکتا، تو بھی اسی راہ پر چلا جا رہا ہے جس پر تجھ سے پہلے لوگ جا چکے ہیں۔ لہٰذا اپنی طلب میں اعتدال مدنظر رکھ۔ کمائی میں سلامت روی سے تجاوز نہ کر یاد رکھ طلب ایسی بھی ہوتی ہے جو حرماں نصیبی کی طرف لے جاتی ہے نہ ہر مانگنے والے کو ملتا ہے نہ ہر خود دار محروم رہتا ہے۔ ہر قسم کی ذلّت سے اپنے آپ کو بچا، چاہے وہ کیسی ہی مرغوبات کی طرف لے جانے والی ہو۔ کیونکہ عزّت کا معاوضہ تجھے کبھی مل ہی نہیں سکتا۔ دوسروں کا غلام نہ بن کیونکہ خدا نے تجھے آزاد پیدا کیا ہے وہ بھلائی بھلائی نہیں جو بُرائی سے آئے، وہ دولت دولت نہیں جو ذلّت کی راہ سے حاصل ہو۔

خبردار، خبردار! تجھے حرص و ہوس ہلاکت کے گھاٹ پر نہ لے جائے۔ جہاں تک ممکن ہو اپنے اور خدا کے درمیان کسی احسان کو نہ آنے دے کیونکہ تجھے تیرا حصہ بہرحال ملے گا۔ خدا کا دیا ہوا تھوڑا مخلوق کے دیئے ہوئے بہت سے کہیں زیادہ ہے۔

اور شریفانہ اگرچہ مخلوق کے پاس بھی جو کچھ ہے خدا ہی کا دیا ہوا ہے. خاموشی کی وجہ سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک آسان ہے مگر گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے اس کا تدارک مشکل ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مشک کا منھ باندھ کر ہی پانی روکا جاتا ہے۔

اپنا مال نہ خرچ کرنا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے کہیں اچھا ہے۔ مایوسی کی تلخی، سوال کرنے سے بہتر ہے اور آبرو کے ساتھ محنت مزدوری بدکاری کی دولت سے بہتر ہے، اپنا راز، خود ہی خوب چھپا سکتا ہے۔

کبھی آدمی اپنے پاؤں میں خود ہی کلہاڑی مار لیتا ہے۔ جو زیادہ بولتا ہے، زیادہ غلطی کرتا ہے۔

نیکوں کی صحبت اختیار کرو، نیک ہو جاؤ گے، بدوں کی صحبت سے پرہیز کرو گے بدی سے دور رہو گے۔ حرام کھانا، بدترین کھانا ہے، کمزور پر ظلم کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔ جب نرمی سختی بن جائے تو سختی نرمی بن جاتی ہے۔ کبھی دوا بیماری ہو جاتی ہے، اور بیماری دوا، کبھی بدخواہ خیر خواہی کر جاتا ہے اور خیر خواہ بدخواہی، موہوم امیدوں پر تکیہ نہ کرو یہ مُردوں کا سرمایہ ہیں۔

تجربے یاد رکھنے کا نام عقل ہے بہترین تجربہ وہ ہے جو نصیحت آموز ہے موقعے سے فائدہ اٹھاؤ اس سے پہلے کہ وہ تمہارے خلاف ہو جائے۔ ہر کوشش کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا۔

ہر جانے والا واپس نہیں آتا۔ مال کا ضائع کرنا اور عاقبت کا بگاڑنا فسادِ عظیم ہے۔ انسان کی قسمت مقدر ہو چکی ہے جو کچھ تیرے نوشتہ تقدیر میں ہے جلد یا دیر سے سامنے آجائے گا۔ تاجر ایک لحاظ سے قمار باز ہوتا ہے کبھی قلت میں کثرت سے زیادہ برکت ہوتی ہے۔

توہین کرنے والے مددگار اور سوء ظن رکھنے والے دوست میں ذرا بھلائی نہیں جب تک

زمانہ ساتھ دے زمانہ کا ساتھ دو۔ حرص تجھے اندھا نہ کر دے اور عداوت تجھے بے عقل نہ بنانے پائے۔ دوست دوستی توڑے، تو تم اسے جوڑو، وہ دوری اختیار کرے تو تم نزدیک ہوجاؤ۔ وہ سختی کرے، تو تم نرمی کرو، وہ غلطی کرے تو تم اس کے ساتھ عذر تلاش کرو۔ دوست کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو گویا تم غلام ہو اور وہ آقا، لیکن خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو، نااہل کے ساتھ نہ ہو۔ دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ ورنہ دوست بھی دشمن ہوجائے گا۔ دوست کو بے لاگ نصیحت کرو اچھی لگے یا بری لگے غصّہ پی جایا کرو۔ میں نے غصے کے جام سے زیادہ میٹھا کوئی جام نہیں دیکھا۔ جو تم سے سختی کرے، تم اس سے نرمی کرو۔ خود بخود نرم پڑجائے گا۔ دوستی کا سلسلہ منقطع ہو ہی تو بھی کچھ نہ کچھ لگاؤ باقی رکھو تاکہ جب چاہو دوستی کو جوڑ سکو۔

جو تم سے حسنِ ظن رکھے اس کے حسنِ ظن کو جھوٹا نہ ہونے دو۔ دوست کے حقوق بس گھمنڈ میں تلف نہ کرو کہ دوست ہے کیونکہ جس کے حقوق تلف کردیئے جاتے ہیں وہ دوست نہیں رہتا۔

ایسے نہ ہوجاؤ کہ تمہارا خاندان ہی تمہارے ہاتھوں سب سے زیادہ بدبخت بن جائے جو کوئی بے پرواہی ظاہر کرے اس کی طرف نہ جھکو۔ دوست دوستی توڑنے میں اور تم دوستی جوڑنے میں برابر نہ ہو۔ تمہارا پلّہ ہمیشہ بھاری رہے۔

نیکی سے زیادہ بدی میں تیز نہ ہو۔

ظالم کے ظلم سے تنگدل نہ ہو کیونکہ وہ خود اپنا نقصان اور تمہارا نفع کررہا ہے جو تمہیں خوش کرے اس کا صلہ یہ نہیں ہے کہ تم اسے رنج پہنچاؤ۔

فرزند! رزق دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کی تو جستجو کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو تیری جستجو کرتا ہے پس اگر تو جستجو چھوڑ دے تو رزق خود ہی تیرے پاس آجائے گا دنیا میں تیرا حصہ بس اتنا ہے جتنے سے تو اپنی عاقبت درست کرسکے۔ اگر تو اس چیز پر

رنج کرو جو تیرے ہاتھوں میں نہیں آئی ہے۔ آئندہ کو گزشتہ سے غیر سمجھو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جن پر نصیحت نہیں ملامت اثر کرتی ہے۔ دانا آدمی معمولی بات سے مان جاتا ہے مگر چوپایہ مار سے باز آتا ہے۔

خواہشوں اور دل کے وسوسوں کو صبر و یقین کی عزیمتوں سے زائل کر دو۔ جو کوئی راہِ اعتدال سے تجاوز کرتا ہے بدراہ ہو جاتا ہے۔ دوست رشتہ دار کی طرح ہے۔ سچا دوست وہی ہے جو پیٹھ پیچھے حقِ دوستی ادا کرے۔

نفس کی بدبختیوں اور خواہشوں میں ساجھا ہے۔

کتنے اپنے ہیں جو غیروں سے زیادہ غیر ہیں اور کتنے غیر ہیں جو اپنوں سے زیادہ عزیز ہیں۔

پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

جس نے راہِ حق چھوڑی اس کا راستہ تنگ ہے جو اپنی حیثیت پر رہتا ہے۔ اس کی عزت باقی رہتی ہے۔ سب سے زیادہ مضبوط تعلق وہ ہے۔ جو آدمی اور خدا کے مابین ہے جو کوئی تیری پرواہ نہیں کرتا وہ تیرا دشمن ہے جب امید میں موت ہو تو ناامیدی زندگی بن جاتی ہے۔ نہ ہر عیب ظاہر ہوتا ہے نہ ہر موقع سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کبھی آنکھوں والا ٹھوکر کھا جاتا ہے اور اندھا سیدھی راہ چلا جاتا ہے بدی کو دور رکھو کیونکہ جب چاہو گے لوٹ آئے گی۔ احمق سے دوستی کاٹنا عقلمند سے دوستی جوڑنے کے برابر ہے۔

جو دنیا پر بھروسا کرتا ہے، دنیا اس سے بے وفائی کر جاتی ہے اور جو دنیا کو بڑھاتا ہے دنیا اُسے گرا دیتی ہے۔ ہر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا جب حاکم بدلتا ہے تو زمانہ بھی بدل جاتا ہے۔ سفر سے پہلے سفر کے ساتھیوں کو دیکھ لو۔ ٹھہرنے سے پہلے پڑوسیوں کی جانچ کر لو۔

خبردار! تمہاری گفتگو میں ہنسانے والی کوئی بات نہ ہو، اگرچہ کسی دوسرے کا مقولہ ہی کیوں نہ ہو۔

خبردار! عورتوں سے مشورہ نہ کرنا، کیوں کہ ان کی عقل کمزور ہوتی ہے اور ارادہ ضعیف، پردے میں بٹھا کر ان کی نگاہوں کی حفاظت کرو۔ بداطوار لوگوں کی آمد و رفت ان کے بے پردہ رہنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ حتی الوسع اپنے سوا کسی سے انھیں مطلب نہ رکھنے دو۔ عورت کو اس کی ذات کے سوا کسی بات میں خود مختار نہ ہونے دو۔ کیونکہ عورت پھول ہے جلاد نہیں ہے۔ عورت کو لوگوں کی سفارش کرنے کا عادی نہ بناؤ بے جا رقابت ظاہر نہ کرو، کیونکہ اس سے پاکباز اور بے لاگ عورت کی بھی برائی کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔

اپنے نوکروں میں سے ہر ایک کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام رکھو۔ تاکہ وہ تمہاری خدمت کو ایک دوسرے پر نہ ٹالیں۔

اپنے کنبہ کی عزت کرو، کیونکہ وہ تمہارا بازو ہے، جس سے اڑتے ہو بنیاد ہے جس پر ٹھہرتے ہو، ہاتھ ہے جس سے لڑتے ہو۔

فرزند! میں تمہاری دنیا و عقبیٰ خدا کے سپرد کرتا ہوں اور دونوں جہان میں اس ذات برتر سے تیرے لئے فلاح و بہبود کی دعا کرتا ہوں۔

والسّلام

یہ وصیت نامہ حاضرین "(علاقہ صفین) میں واپسی جنگ صفین کے وقت لکھا گیا تھا۔ ابن عبدربہ نے (العقد الفرید)، طبع مصر ۱۳۳۱ھ جلد اول صفحہ ۳۰۱ پر لکھا ہے۔ (مکتوب نمبر ۳۱) ضمن کتاب کے علاوہ نہ معلوم کتنی مرتبہ اشاعت اور نہ معلوم کتنی زبانوں میں ترجمہ ہو کر چھپ چکا ہے۔ (نوٹ) اس خط کی روشنی میں نوجوان نسلوں سے حضرت علی علیہ السلام کا خطاب" کے عنوان سے پروفیسر سردار نقوی کا تاریخی مضمون پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مستقبل کی نسلوں کے نام

حضرت علیؑ کا پیغام

از: پروفیسر سردار نقوی کا

موجودہ دور خارجی انتشار اور داخلی اضطراب کا دور ہے، خارجی دنیا میں دولت اور طاقت کے لئے مسابقت کی دوڑ نے ہماری داخلی دنیا کا امن وسکون برباد کر دیا ہے اور ہماری خواہشات نفس کی بے جا طوالت اور نامناسب پھیلاؤ نے خارجی دنیا کو باہمی رقابت کشمکش اور تصادم کی ایک ایسی دلدل میں پھنسا دیا ہے جس سے نکلنے کے لئے جسقدر جدوجہد کیجاتی ہے انسان اس میں اور گہرا دھنستا چلا جاتا ہے۔ انسان نے اپنے گرد حب ذات اور طلب منفعت کا ایک ایسا حصار کھینچ لیا ہے کہ وہ تاریخ اور کائنات سے کٹ کر تنہائی اور عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہو کر رہ گیا ہے اپنے اس احساس کو مٹانے کے لئے انسان زیادہ سے زیادہ دولت اور طاقت اکٹھا کرنے کی ہوس میں مبتلا ہو گیا ہے۔ لیکن جسقدر دولت میں اضافہ ہوتا ہے دولت کی ہوس اور طمع اور بڑھتی جاتی ہے اور جس قدر طاقت میں زیادتی ہوتی ہے زوال اور بربادی کا خوف مزید بڑھتا جاتا ہے۔ اب انسان کے سامنے زندگی کا جو تصور ہے وہ محض کمیت QUANTITY کا تصور ہے، کیفیت (QUALITY) کا تصور نہیں ہے انسانی رشتوں کے درمیان سرمائے کی قدر نے حائل ہو کر انسانی رشتوں کے تقدس کو پامال کر دیا ہے

اب انسان اپنے علاوہ ہر شئے کو اپنا حریف اور مدّمقابل سمجھتا ہے اور اس کے اور دیگر انسانوں کے درمیان باہمی رقابت اور تصادم کا ایک کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ نظر آتا ہے۔ اس صورتحال نے فرد کو احساس تنہائی اور عدم تحفّظ کے خوف کی گرفت میں لے لیا ہے۔ انسان ماضی کی روایت سے غیر مربوط، حال سے باغی اور متصادم اور مستقبل کے اندیشوں میں پھنسا ہوا ہے اور پورا انسانی معاشرہ تضاد و تصادم کی لپیٹ میں آچکا ہے انسان کی غلط سوچ اور اس کے ظالمانہ عمل نے اسے انسانیت کی سطح سے گرا کر حیوانیت کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ ایک مفسد اور ظالمانہ معاشرے کے افراد کی زندگی کیفیت کے اعتبار سے کس سطح پر ہوتی ہے اس کا نقشہ طبیب فطرت اور حکیم انسانیت امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے آج سے تقریباً ۱۴سو سال قبل امام حسنؑ کے نام اپنا وصیت نامہ تحریر کرتے ہوئے ان الفاظ میں پیش کیا۔

"اس دنیا کے گرویدہ بھونکنے والے کتّے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے پر غرّاتے ہیں۔ طاقتور کمزور کو نگلے لیتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل رہا ہے ان میں کچھ چوپائے بندھے ہوئے ہیں اور کچھ چھٹے ہوئے ہیں انھوں نے اپنی عقلیں کھو دی ہیں اور انجانے راستوں پر سفر کر رہے ہیں یہ دشوار وادیوں میں آفتوں کی چراگاہ میں چھٹے ہوئے ہیں۔ نہ ان کا کوئی گلہ بان ہے جو ان کی رکھوالی کرے نہ کوئی چرواہا ہے جو انھیں چرائے۔ دنیا نے انکو گمراہی کے راستے پر لگایا ہے اور ہدایت کے مینار کی طرف سے انکی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ اس کی گمراہیوں میں سرگرداں اور اس کی نعمتوں میں غلطاں ہیں اور اسے (یعنی دنیا ہی کو) اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں۔ دنیا ان سے کھیل رہی ہے اور یہ دنیا سے کھیل رہے ہیں اور اس کے آگے منزل کو بھولے ہوئے ہیں۔

امیر المومنینؑ کے ارشاد کی روشنی میں دنیا گیر افراد اور معاشرہ کا جو نقشہ کھنچتا ہے اس پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ دنیا کے گرویدہ افراد انسانی شکل و صورت رکھنے کے باوجود انسان نہیں ہیں بلکہ وہ انسان کے بھیس میں چھپے ہوئے چوپائے اور درندے ہیں۔

۲۔ ایسے افراد کے درمیان باہمی تعلق کی بنیاد عدل و احسان اور اخوت اور مساوات کی بجائے استحصال اور استیصال اور قہر اور غلبہ پر ہوتی ہے۔

۳۔ ایسے افراد طاقت کو زندگی کی سب سے بڑی قدر مانتے ہیں۔

۴۔ ایسے لوگ دنیا کو متاع حیات نہیں سمجھتے بلکہ اسے مقصدِ حیات بنا لیتے ہیں وہ آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کا سودا دنیا کی عارضی اور عاجلانہ لذتوں سے کرتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی عقلیں زائل ہو گئی ہیں۔

۵۔ ایسے افراد جو عقل کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں ان کے سامنے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والی کوئی فرقان باقی نہیں رہتی۔ ان کی آنکھیں ہدایت کے نور کو دیکھنے سے معذور ہو جاتی ہیں۔ نہ ان کے لئے کوئی راہ ہوتی ہے نہ کوئی راہبر۔ وہ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتے ہیں اور اپنی گمراہی کا شعور بھی نہیں رکھتے۔

۶۔ ایسے افراد کی زندگی اس کیفیت سے دوچار ہوتی ہے جسے لہو و لعب سے تعبیر کیا گیا ہے ان کی تمام امیدیں اور ان کے تمام خوف صرف دنیا سے وابستہ ہوتے ہیں اس لحاظ سے وہ گویا دنیا کو اپنا رب سمجھتے ہیں اور حیات بعد الموت یا آخرت کی زندگی کا کوئی تصور اُن کے سامنے باقی نہیں رہتا۔

غور سے دیکھیے کیا اس آئینہ میں آپ کو اپنے دور کے افراد اور معاشرے کی تصویر نظر نہیں آتی؟ سچی بات یہ ہے کہ یہ تمام باتیں آج سے چودہ سو سال قبل جس طرح سچی تھیں آج بھی سچی ہیں وقت کی اس طویل مسافت نے ان کی صداقت کو کہنہ نہیں کیا بلکہ زمانے کی کسوٹی پر پرکھے جانے کے بعد ان کی سچائی اور زیادہ روشن ہو گئی ہے۔ اصل میں کسی بڑی کتاب کی شان ہی یہ ہوتی ہے کہ اس کے مطالب و مفاہیم وقت گزرنے کے ساتھ

کہنہ یا مردہ نہیں ہوتے بلکہ یہ کتاب ہر دور میں ایک زندہ کتاب رہتی ہے اس لئے کہ یہ کتاب ہر دور میں زندگی کے مسائل کا جواب پیش کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ، نہج البلاغہ بے شک ایسی ہی کتاب ہے جو ہر دور میں زندگی اور اس کے مسائل کے متعلق ایسی ہدایت اور روشنی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جو اس دور کے فکری، عملی اور تاریخی تناظر سے بھی ہم آہنگ ہو اور اس حقیقت کبریٰ سے بھی مربوط ہو جسے زمانہ محیط نہیں کر سکتا بلکہ خود زمانے کو محیط کئے ہوئے ہے۔

اس روشنی میں دیکھا جائے تو امام حسن علیہ السلام کے نام حضرت علیؑ کا وصیت نامہ جو آن جناب نے صفین سے لوٹتے ہوئے مقامِ حاضرین پر تحریر فرمایا صرف امام حسنؑ ہی کے نام ایک پیغام نہیں ہے بلکہ یہ تمام مستقبل انسانیت کے نام حضرت علیؑ کا پیغام ہے۔ اور گو اس وصیّت کے مخاطبِ اول امام حسنؑ ہیں لیکن حضرت علیؑ کی یہ وصیّت در حقیقت پوری نوعِ انسانی سے خطاب ہے۔ یہ وصیّت نامہ وہ منشورِ حیات ہے جس سے انسانی نسلیں ہر دور اور ہر زمانے میں اپنے ظرف و صلاحیت کے مطابق اور اپنے تاریخی اور سماجی تناظر کے حوالے سے اکتسابِ فیض کر سکتی ہے تاکہ صالح افراد اور صحت مند معاشرہ کی تربیت و تنظیم ممکن ہو سکے۔

میرے سامنے یہ بات پوری طرح روشن ہے کہ اس مضمون میں اس وصیّت نامہ کے مطالب و مفاہیم کو اس طرح پیش کرنے سے معذور رہوں جو عظیم الشان تحریر کا تقاضا ہے۔ میری یہ معذرت دو اسباب سے ہے اولاً تو یہ کہ یہ مضمون ایک محدود طوالت کا پابند ہے اور اسے ایک مقررہ سماعت تک پھیلایا جا سکتا ہے ثانیاً یہ کہ میری علمی بے بضاعتی اس بات کی اہلیت نہیں رکھتی کہ میں اس وصیّت نامہ کے وسیع و وقیع مطالب کا جو تاثر میرے ذہن و دل پر مرتب ہو سکا ہے اسے سادہ مگر واضح الفاظ میں آپ کے سامنے پیش کر سکوں تاکہ اس نور ہدایت و معرفت کی کچھ جھلکیاں آپ کے سامنے آسکیں جو اس کلام کے ایک

ایک لفظ کو تجلی گاہِ طور بنائے ہوئے ہے اور اپنی اس کوشش میں میں اللہ سے توفیق و استعانت کا طلبگار ہوں کہ اس کی مدد اور توفیق کے بغیر کوئی سعی بار آور نہیں ہو سکتی۔

گفتگو کا آغاز جس سوال سے کیا جانا چاہیئے وہ سوال یہ ہے کہ اس وصیّت نامہ کا موضوع کیا ہے؟ اس سوال کا ایک نہایت مختصر جواب یہ ہے کہ اس وصیّت نامہ کا موضوع ہے انسان۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اس خداداد الٰہی بصیرت کی روشنی میں جو ان کے ساتھ مخصوص ہے، اور جسے فہم قرآن اور تربیت رسولؐ نے حدِ امکان کے آخری نکتہ تک مزّین اور مجلّٰی کیا ہے اس حقیقت پر گفتگو کی ہے کہ انسان اپنی آرزوں اور امنگوں کے ساتھ کیسا ہے اور کیسا ہونا چاہیئے گویا یہ وصیّت نامہ حضرت علیؑ کے تصوّرِ انسانیت کو واضح کرتا ہے اور یہی وہ منشور ہے جسے اپنا کر ایک انسان صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا سزاوار ہو سکتا ہے بالفاظِ دیگر یہ وصیّت نامہ مستقبل کی نسلوں کے نام حضرت علیؑ کا پیغام ہے۔

ہر چند کہ اس وصیّت کو حضرت علیؑ نے لکھا ہے اور اسے امام حسنؑ کے نام لکھا گیا ہے لیکن چونکہ اس وصیّت نامہ میں عمومیت کی شان پائی جاتی ہے اس لئے اس کے مطالعہ کے نتیجہ میں انسان دو مختلف حیثیتوں سے ہمارے سامنے آتا ہے ایک وہ انسان جو اس وصیّت نامہ کا لکھنے والا ہے اور دوسرا وہ کہ جس کے لئے یہ وصیّت نامہ لکھا گیا ہے ایک ہستی اپنی زندگی کے تجربے سے گزر چکی ہے لیکن جس کے لئے یہ وصیّت نامہ لکھا گیا ہے اسے ابھی زندگی کے تجربے سے گزرنا ہے اس وصیّت نامہ کا لکھنے والا اپنے تجربہ کی روشنی میں وہ علم و معرفت اور وہ عقل و بصیرت حاصل کر چکا ہے کہ اس کے سامنے زندگی کے اسرار و رموز کھل چکے ہیں۔ وہ واقعی حقیقت اور بے لاگ صداقت تک پہنچ چکا ہے اس نے زمانہ کے مفہوم کو سمجھ لیا ہے اس پر دنیا کی بے ثباتی روشن

ہو چکی ہے۔ وہ اس راز کو پا چکا ہے کہ حیاتِ دنیا عارضی اور فانی ہے۔ وہ اس بات کا یقین حاصل کر چکا ہے کہ وہ مرنے والوں کے گھروں میں مقیم ہے اور کل کو یہاں سے رخصتِ سفر باندھنے والا ہے۔ اور جس کے لئے یہ وصیّت نامہ لکھا گیا ہے اس کی کیفیت کیا ہے۔ اس کی کیفیت خود نہج البلاغہ میں ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔

"اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزو مند، جادۂ عدم کا راہ سپار، بیماریوں کا ہدف، زمانہ کے ہاتھ گروی، مصیبتوں کا نشانہ، دنیا کا پابند، اور اس کی فریب کاریوں کا تاجر، موت کا قرض دار، اجل کا قیدی، غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی، آفتوں میں مبتلا، نفس سے عاجز اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔

ان الفاظ کو غور سے پڑھیئے تو انسان کی حیثیت اور اس کی حقیقت اور دنیا اور آخرت سے اس کے تعلق کی نوعیت کی کتنی جامع اور فکر انگیز تصویر سامنے آتی ہے یہ دنیا جادۂ عدم ہے۔ یہ عارضی اور فنا پذیر ہے یہ زوال اور خسارے کی گھاٹی ہے۔ وقت ہر آن اس حقیقت کو منکشف کر رہا ہے کہ اس دنیا میں انسان گھاٹے میں ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسرٍ۔ اس خسارے کے بنیادی سبب دو ہیں۔ ایک خارجی سبب ہے جو دنیا اور اس کی فریب کاریوں کے دباؤ سے عبارت ہے دوسرا داخلی سبب ہے جو انسان کی نوعی اور خلقی مجبوریوں اس کی ہوائے نفس اور اس کے طولِ امل کا نتیجہ ہے۔ نفسِ انسانی کے داخلی تقاضے اور حیاتِ دنیا کی زیب و زینت کا خارجی دباؤ انسان کو خسارے کی طرف دھکیل رہا ہے۔ یہ ایک خطرناک ڈھلان ہے جس پر قدم نہیں جا سکتے مگر وہ لوگ جو زمانے کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ جو دنیا اور بے ثباتی دنیا کو پرکھ لیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی صفات یوں بیان کی گئی ہیں۔ اٰمنو وعملوا الصّٰلحٰت وتواصو بالحق وتواصو بالصبر۔

سب سے پہلی حقیقت جو انسان کو سمجھ لینا چاہیئے یہ ہے کہ حیاتِ دنیا کی تقدیر فنا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسکی طرف اس وصیّت نامہ کے نکتہ آغاز پر یہ کہہ کر اشارہ

علیؑ کا یہ وصیّت نامہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ ازل سے ابد تک انسانیت ایک وحدت اور انسان ایک اکائی ہے اس لئے نوعِ انسانی کے لئے ایک مستقل اور زندہ روایت کی ضرورت ہے ایک ایسی روایت جس میں ایک نسل اپنا تجربہّ اور اس تجربّے کے نتائج دوسری نسل تک منتقل کرتی رہے اور پھر دوسری نسل اس تجربّے کو اپنی زندگی میں سمو کر اپنے تاریخی اور سماجی تناظر میں اس تجربّے کو مزید وسیع اور وقیع بنا کر اپنے بعد آنے والی نسل تک منتقل کر دے تاکہ زندگی کی صحتمند روایت کا تسلسل قائم رہے۔ اگر اس روایت کا تسلّسل ٹوٹ جائے تو پھر وہ تہذیبی خلاء اور ثقافتی بحران پیدا ہو جاتا ہے جس میں فرد اپنی معنویت کھو بیٹھتا ہے۔ اور معاشرہ کی شیرازہ بندی کی کوئی ضمانت باقی نہیں رہتی۔ نسلی بعد (GENERATION GAP) جیسے تہذیبی مسائل ایسے ہی ماحول میں پیدا ہوتے ہیں اور خوفناک عالمی جنگوں کے خطرات ایسے ہی حالات میں سر اٹھاتے ہیں مغرب و مشرق کے علماء اور مفکرّین اس صورتحال کی سنگینی کو محسوس کر رہے ہیں اور اس کے حل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور نہج البلاغہ کا عظیم مصنّف منبرِ تاریخ سے مسلسل دعوت دے رہا ہے کہ سلونی قبلَ ان تفقدونی پوچھ لو جو پوچھنا چاہو پوچھ لو حیات و کائنات کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ تم سوال کرو اور میں اس کا جواب نہ دے سکوں، اے خلائی عہد میں رہنے والے انسانوں اور اے فضا کی بیکراں وسعتوں میں راستہ تلاش کرنے والو تم سے ایک ایسا شخص مخاطب ہے جو زمین کے راستوں کے مقابلے میں آسمان کے راستوں سے زیادہ واقف ہے، لیکن تاریخ کا المیہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی آواز آج تک صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے۔ نہج البلاغہ کا چراغ شہر تاریخ میں اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ روشن ہے۔ لیکن افسوس کہ اس چراغ کے پروانے کم ہیں۔ بہت ہی کم۔

خیر یہ تو چند جملہ ہائے معترضہ تھے جو شاید نامناسب نہ تھے۔ گفتگو یہ ہے کہ انسانیت کی اکائی کو ماضی حال اور مستقبل کی ایسی کسوٹی میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا جن کے درمیان

ہوچکی ہے۔ وہ اس راز کو پا چکا ہے کہ حیاتِ دنیا عارضی اور فانی ہے۔ وہ اس بات کا یقین حاصل کر چکا ہے کہ وہ مرنے والوں کے گھروں میں مقیم ہے اور کل کو یہاں سے رخصتِ سفر باندھنے والا ہے۔ اور جس کے لئے یہ وصیّت نامہ لکھا گیا ہے اس کی کیفیت کیا ہے۔ اس کی کیفیت خود نہج البلاغہ میں ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔

"اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزو مند، جادۂ عدم کا راہ سپار، بیماریوں کا ہدف۔ زمانہ کے ہاتھ گروی مصیبتوں کا نشانہ، دنیا کا پابند، اور اس کی فریب کاریوں کا تاجر، موت کا قرض دار۔ اجل کا قیدی، غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی، آفتوں میں مبتلاء نفس سے عاجز، اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔

ان الفاظ کو غور سے پڑھیئے تو انسان کی حیثیت اور اس کی حقیقت اور دنیا اور آخرت سے اس کے تعلق کی نوعیت کی کتنی جامع اور فکر انگیز تصویر سامنے آتی ہے یہ دنیا جادۂ عدم ہے۔ یہ عارضی اور فنا پذیر ہے یہ زوال اور خسارے کی گھاٹی ہے۔ وقت ہر آن اس حقیقت کو منکشف کر رہا ہے کہ اس دنیا میں انسان گھاٹے میں ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ۔ اس خسارے کے بنیادی سبب دو ہیں۔ ایک خارجی سبب ہے جو دنیا اور اس کی فریب کاریوں کے دباؤ سے عبارت ہے دوسرا داخلی سبب ہے جو انسان کی نوعی اور خلقی مجبوریوں اس کی ہوائے نفس اور اس کے طولِ امل کا نتیجہ ہے۔ نفس انسانی کے داخلی تقاضے اور حیاتِ دنیا کی زیب و زینت کا خارجی دباؤ انسان کو خسارے کی طرف دھکیل رہا ہے۔ یہ ایک خطرناک ڈھلان ہے جس پر قدم نہیں جما سکتے مگر وہ لوگ جو زمانے کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ جو دنیا اور بے ثباتی دنیا کو پرکھ لیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی صفات یوں بیان کی گئی ہیں۔ آمنوا وعملوا الصلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

سب سے پہلی حقیقت جو انسان کو سمجھ لینا چاہیئے یہ ہے کہ حیاتِ دنیا کی تقدیر فنا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف اس وصیّت نامہ کے نکتۂ آغاز پر یہ کہہ کر اشارہ

کیا گیا ہے کہ یہ وصیت ہے اس باپ کی طرف سے جو فنا ہونے والا اور زمانہ کی چیرہ دستیوں کا اقرار کرنے والا ہے (مِنَ الوَالِدِ الفان۔ المُقرّ للزمان) ایک ایسی بدیہی حقیقت کو نظر انداز کرنا اور حیاتِ دنیا سے جسکی تقدیر فنا ہے اور جس تقدیر میں کوئی تبدیلی دائرۂ امکان سے باہر ہے۔ بقا کی توقع کرنا گویا ایسی بات کی آرزو کرنا ہے۔ جو کبھی نہیں مل سکتی۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مولود کا تعارف ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے

"اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزو مند ہے"

(اِلَی المولودِ المؤمل مالا یدرک)

اب ان دونوں جملوں کو ملا کر پڑھیئے یعنی یہ وصیت ہے اس باپ کی طرف سے جو فنا ہونے والا ہے اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزو مند ہے۔ مدعا صاف ہے یعنی حیات دنیا کی تقدیر فنا ہے اور اس سے بقا کی توقع گویا ایک ایسی توقع ہے جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ یہ عدم جادہ آفتوں کا گھر مصائب کا مسکن اور زوال کی گھاٹی ہے۔ زمانہ ہر شے کو انحطاط اور زوال کی طرف دھکیل رہا ہے اور پھر خود انسان کی نوعی اور خلقی مجبوریاں ہیں وہ بیماریوں کا ہدف، مصیبتوں کا نشانہ غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی اور اجل کا قیدی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی، غموں، مصیبتوں اور بیماریوں کے بوجھ تلے دبکر ہر لمحہ انحطاط و اضمحلال کا شکار ہو رہی ہے اور اس سفرِ حیات کی ناگزیر منزل موت ہے، موت سے خواہ کوئی کتنا ہی گریز کرے اس سے گریز ممکن نہیں ہے۔ اس پر متضاد انسانی نفس کے تقاضے اور اس کی آرزؤں کے دھوکے ہیں۔ جس کے متعلق نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں جناب امیرؑ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ترکِ آرزو سب سے بڑی دولت ہے اور یہ کہ جس نے امید کو طول دیا اس نے عمل کو خراب کیا اور یہ دنیا دار العمل ہے جہاں انسان جو کچھ بنتا ہے عمل کے ذریعہ

بنتا ہے، اس لحاظ سے اہم سوال یہ ہے کہ انسان اپنے آپکو کیا بتاتا ہے اس ایک سوال سے بہت سے ضمنی سوالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ کسی شخص کے سامنے انسانیت کا کون سا معیار اور انسان کا کیا تصوّر ہے وہ زندگی کی کس روایت سے مربوط ہے وہ اپنی زندگی کے معنی کس تجربہ میں دیکھتا ہے اس کے سامنے برائی اور بھلائی کا کیا تصوّر ہے وہ حق اور باطل کے درمیان کسطرح تمیز کرتا ہے، اس کے نزدیک وقت کا کیا تصوّر ہے، عالم فطرت اور عالم تاریخ سے اس کا تعلق کس نوعیت کا ہے اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے اسکے روابط کن اقدار پر استوار ہیں اور خدا اور یوم آخرت کے متعلق اس کا کیا نظریہ اور عقیدہ ہے یہ اور اسی قسم کے دیگر سوالات پر اس وصیّت نامہ میں گفتگو کی گئی ہے۔

انسان زندگی کی معنویت تین حوالوں سے سمجھ سکتا ہے۔ دنیا کے حوالے سے تاریخ کے حوالے سے اور دین کے حوالے سے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی وصیت کو شروع کرتے ہوئے غور و فکر کر کے انھیں تین بنیادی نکات کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ :۔

"میں نے دنیا کی روگردانی، زمانے کی منہ زوری اور آخرت کی پیشقدمی سے جو حقیقت پہچانی ہے وہ اس امر کے لئے کافی ہے کہ مجھے دوسرے تذکرے سے روک دیں اور اپنی فکر کے علاوہ دوسری فکر سے بے نیاز کر دے۔"

حقیقت یہ ہے کہ ایک اوسط درجہ کا انسان دنیا، زمانہ، اور آخرت پر غور و فکر کے نتیجے میں جس تحیّر کن واردات اور جس زلزلہ افگن تجربے سے دوچار ہوتا ہے۔ وہ اسے دوسروں کی فکر سے غافل بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن حضرت علیؑ جیسے عقلی بصیرت اور علمی فراست رکھنے والا اس ذمہ داری کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو اپنی ذات کے علاوہ تمام انسانیت کی طرف سے اس پر عائد ہوتی ہیں یہی شعور ولایت کی وہ منزل ہے جو انسانوں کی امامت اور نوع انسانی کی عملی اور فکری قیادت کی منزل ہے، حضرت

علیؑ کا یہ وصیّت نامہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ ازل سے ابد تک انسانیت ایک وحدت اور انسان ایک اکائی ہے اس لئے نوعِ انسانی کے لئے ایک مستقل اور زندہ روایت کی ضرورت ہے ایک ایسی روایت جس میں ایک نسل اپنا تجرّبہ اور اس تجرّبے کے نتائج دوسری نسل تک منتقل کرتی رہے اور پھر دوسری نسل اس تجرّبے کو اپنی زندگی میں سمو کر اپنے تاریخی اور سماجی تناظر میں اس تجرّبے کو مزید وسیع اور وقیع بنا کر اپنے بعد آنے والی نسل تک منتقل کر دے تاکہ زندگی کی صحتمند روایت کا تسلسل قائم رہے۔ اگر اس روایت کا تسلّسل ٹوٹ جائے تو پھر وہ تہذیبی خلاء اور ثقافتی بحران پیدا ہو جاتا ہے جس میں فرد اپنی معنویت کھو بیٹھتا ہے۔ اور معاشرہ کی شیرازہ بندی کی کوئی ضمانت باقی نہیں رہتی۔ نسلی بعد (GENERATION GAP) جیسے تہذیبی مسائل ایسے ہی ماحول میں پیدا ہوتے ہیں اور خوفناک عالمی جنگوں کے خطرات ایسے ہی حالات میں سر اٹھاتے ہیں مغرب و مشرق کے علماء اور مفکرّین اس صورتحال کی سنگینی کو محسوس کر رہے ہیں اور اس کے حل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور نہج البلاغہ کا عظیم مصنّف منبرِ تاریخ سے مسلسل دعوت دے رہا ہے کہ سلونی قبلَ ان تفقدونی پوچھ لو جو پوچھنا چاہو پوچھ لو حیات و کائنات کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ تم سوال کرو اور میں اس کا جواب نہ دے سکوں، اے خلائی عہد میں رہنے والے انسانوں اور اے فضا کی بیکراں وسعتوں میں راستہ تلاش کرنیوالو تم سے ایک ایسا شخص مخاطب ہے جو زمین کے راستوں کے مقابلے میں آسمان کے راستوں سے زیادہ واقف ہے، لیکن تاریخ کا المیہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی آواز آج تک صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے۔ نہج البلاغہ کا چراغ شہر تاریخ میں اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ روشن ہے۔ لیکن افسوس کہ اس چراغ کے پروانے کم ہیں۔ بہت ہی کم۔

خیر یہ تو چند جملہ ہائے معترضہ تھے جو شاید نامناسب نہ تھے۔ گفتگو یہ ہے کہ انسانیت کی اکائی کو ماضی حال اور مستقبل کی ایسی کسوٹی میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا جن کے درمیان

فکری اور تہذیبی رشتوں کے دروازے بند کردیئے جائیں، تہذیبی یگانگت اور فکری ہم آہنگی کا طریقہ یہی ہے کہ جانیوالی نسلیں اپنا علمی اور تہذیبی ورثہ آنے والی نسلوں تک منتقل کرتی رہیں۔ انسانی ارتقا کا سفر اسی طرح جاری رہنا چاہیئے کہ مستقبل کی نسلیں آزمائش اور تجربے کی اس زحمت سے محفوظ رہیں جس سے ابتک نسل انسانی گزر چکی ہے تاکہ وہ حقیقت کے نئے افق اور علم و عمل کے نئے امکانات کو تلاش کرنے کے لئے سازگار ماحول پا سکیں۔ یہ بات اس وصیتؑ نامہ کو تحریر کیئے جانے کے ایک بڑے محرکؑ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرف اشارا کرتے ہوئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں :۔

"اس طرح تم تلاش کی زحمت سے مستغنی اور تجربہ کی کلفت سے آسودہ ہو جاؤ گے اور تجربہ اور علم کی وہ باتیں (بے تعب و مشقت) تم تک پہنچ رہی ہیں جن پر ہم مطلع ہوئے اور پھر وہ چیزیں بھی اجاگر ہو کر تمہارے سامنے آرہی ہیں جن میں سے کچھ ممکن ہے کہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہوں۔"

اس مرحلہ پر یہ بات وضاحت سے سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت علیؑ مستقبل کے انسان تک اپنا علمی ورثہ منتقل کرکے اسکی عقل کو معطل اور اس کے ذوقِ تحقیق و جستجو کو خوابیدہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ وہ انسانی عقل و فکر کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھتے ہیں وہ انسانی عقل پر اعتماد رکھتے ہیں کہ اس میں حقیقت کو تلاش کرنے کی صلاحیت ہے ایک موقعہ پر آپؑ نے فرمایا۔

"اللہ نے انسان کو عقل کی امانت محض اس لئے سپرد کی ہے کہ اسکی بدولت اسے کسی نہ کسی دن تباہی سے بچائے گا۔"

زیرِ گفتگو وصیتؑ نامہ میں فرمایا۔

عقل تجربوںؑ کو محفوظ رکھنے کا نام ہے۔ اور بہترین تجربہؑ وہ ہے جو نصیحت آموز ہو۔" نصیحت آموز تجربات سے انسان علم حاصل کرتا ہے وہی اسکے تئیں صحیح معنوں میں

مفید علم ہے آپ کے نزدیک "اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ رساں نہ ہو اور جس علم سے کوئی فائدہ نہ پہنچے وہ اس بات کا سزاوار نہیں کہ اسے سیکھا جائے۔"

یہ فائدہ اور نقصان کی بات ذرا غور طلب ہے ہم جو اس دور میں رہتے ہیں جب علم کا فائدہ محض مادی طاقت یا دولت حصول سمجھا جاتا ہے اس سوال کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ حضرت علیؑ کے نزدیک علم کے فائدہ اور نقصان کو جانچنے کا کیا پیمانہ ہے؟ حضرت علیؑ کے حوالے سے جب اس سوال پر غور و فکر کیا جائے گا تو ذہن لازماً سورہ والعصر کے مفاہیم تک منتقل ہو جائے گا قسم ہے عصر کی تمام انسان خسارے میں ہیں اس خسارے سے بچنے کا طریقہ ہے ایمان، عمل صالح، وصیت حق، اور وصیت صبر، گویا ان باتوں کے علاوہ جو کچھ ہے وہ خسارا ہے خواہ وہ مال و دولت ہو یا اقتدار و سلطنت اس لحاظ سے ایسا علم جو انسان کو حقیقت سے متعارف نہ کرائے بلکہ محض مادی دولت یا طاقت کے حصول کا ذریعہ بن جائے وہ فائدہ سے زیادہ نقصان کا سودا ہے۔ علم کا فائدہ محض یہ نہیں ہے کہ اسے ٹیکنالوجی میں ڈھال لیا جائے اسلئے کہ ایسے علم کے نتیجے میں انسان طاقت کے لحاظ سے تو یونانی دیوتاؤں سے بھی بلند نظر آتا ہے لیکن اپنی محاسنات اور اپنے اخلاق و کردار کے اعتبار سے وہ دور جاہلیت کے انسانوں بلکہ جانوروں سے بھی پست دکھائی دیتا ہے شخصیت کا یہ عدم توازن جدید تہذیب کا المیہ ہے اس گفتگو سے سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت کو گھٹانا مقصود نہیں ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت کو صحیح تناظر میں دیکھا جائے۔ تسخیر کائنات کا مقصد انسانیت کی فلاح ہے۔ لیکن تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کے بغیر تسخیر کائنات کی جدوجہد کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ ہمارے سامنے ہے جو تمام انسان دوستوں اور انسانیت سے محبت کرنے والوں کے لئے باعث تشویش اور دعوت فکر و نظر ہے۔

ایسی صورت حال میں مستقبل کی نسلوں کے نام حضرت علیؑ کا پیغام کیا ہے۔؟

کیا انسان تباہی اور ہلاکت کے راستوں پر چلنے کے لئے مجبور ہے یا یہ تباہی اس کے غلط

ماحول اور غلط تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت علیؑ کی عظیم اور ہمہ گیر شخصیت انکی سیرت و کردار اور ان کے افکار و خیالات کے وسیع پس منظر میں امام حسنؑ کے نام ان کی وصیت کے حوالے سے جب اس سوال کا جواب حاصل کرنے کی کوشش کیجائے گی تو انسانی عقل تحیر اور از خود رفتگی کے اس تجربے سے دوچار ہو جائے گی جس کا ابلاغ حضرت جوش ملیح آبادی نے اسطرح کیا ہے

انوار بھی تول رہے ہیں خاموش اسرار زباں کھول رہے ہیں خاموش

اے پیک محل شناس جبریل امیںؑ اس وقت علیؑ بول رہے ہیں خاموش

حضرت علیؑ کا پیغام ایک ایسے انسان کا پیغام ہے جو قرآن کی ہر آیت کے متعلق یہ بتا سکتا ہے کہ یہ کب کہاں اور کس موقعہ پر نازل ہوئی۔ جس کو اللہ نے فہم قرآنی کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا جو الفاظ کے دانہ کو شگافتہ کر کے اسکے معانی کا درخت اگانے کی صلاحیت رکھتا ہے جسکی سماعت اور بصارت اس قدر تربیت یافتہ تھی کہ وہ وحیؑ کا نور دیکھتا تھا اور نبوت و پیغمبری کی خوشبو سونگھتا تھا جس نے علم و تربیت اس معلّم انسانیت سے حاصل کی جو نوع انسانی کا نجات دہندہ اور قائد ہے۔ حضرت علیؑ کی ذات وہ ذات ہے جو نبوت کے شہر علم کا دروازہ ہے، جو قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے جس کا حق سے تعلق ویسے ہی ہے جیسا کہ چکّی کے پاٹوں کا اس کیلی سے تعلق ہے جسکے گرد چکی کے پاٹ گھومتے ہیں۔ گویا حضرت علیؑ کی ذات وہ مرکز ہے جسکے گرد حق گردش کرتا ہے جسکی ذات علم و عمل کا وہ معجزہ ہے جسکی مثال لانے سے اس کے غیر عاجز ہیں وہ کوئی کمزور یا ضعیف انسان نہیں تھے بلکہ وہ اپنے دور کے طاقتور ترین انسان تھے جنھوں نے عہد طفولیت ہی میں بڑے بڑے بہادروں کو سینہ ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ گویا جدید اصطلاح میں حضرت علیؑ اپنے عہد کے سپر پاور تھے لیکن انھوں نے اپنی طاقت کو کبھی ذاتی منفعت یا دوسروں کی حق تلفی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ انکی ذات باطل کے لئے ذوالفقار اور حق کے لئے حصار تھی وہ ظالم کے مقابلے میں تلوار تھے لیکن مظلوم کے لئے ان کی ذات ایک محکم سپر تھی۔

اور پھر انھوں نے اعمالِ رفتگاں پر نظر۔ اخبارِ گذشتگان میں فکر اور آثارِ ماضی کی سیر و سیاحت کے ذریعے تاریخی شعور کو اس شخصیت میں اس طرح سمو دیا تھا کہ انکی ذات خود ایک زندہ تاریخ بن گئی تھی۔ اپنے وصیت نامہ میں حضرت علیؑ تحریر فرماتے ہیں۔ "اے فرزند اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھی، پھر بھی میں نے ان کے اعمال کو دیکھا۔ ان کے واقعات پر غور کیا ان کے چھوڑے ہوئے آثار کی سیر و سیاحت کی یہاں تک کہ میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں بلکہ ان سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ چکے ہیں۔ ان کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اوّل سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے چنانچہ میں نے صاف کو گندے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے اور ان سب کا نچوڑ تمہارے لئے مخصوص کر رہا ہوں اور میں نے خوبیوں کو چن کر تمہارے لئے سمیٹ دیا ہے اور بے معنی چیزوں کو تم سے جدا رکھا ہے اور چونکہ مجھے تمہارے امور کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہیئے اور تمہاری ادب آموزی بھی پیشِ نظر ہے لہٰذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو کہ تم نو عمر اور بساطِ دہر پر تازہ وارد ہو اور تمہاری نیت سلیم یعنی کھری اور نفس صاف یعنی پاکیزہ ہے"۔

اس اقتباس پر غور کرنے سے جو نکات سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نیک اور سلیم ہے وہ اللہ کے حسنِ تخلیق کا شاہکار ہے۔ ہر انسان اس عظیم انسانیت کا مظہر ہے جسے احسنِ تقویم کی سند دی گئی ہے یہ انسان پر اعتماد اور انسانیت کے احترام کی نہایت محکم ضمانت ہے۔

۲۔ ہر انسان کا فطری میلان نیکی کی طرف ہے۔ نیکی کی صلاحیت ہر انسان میں بالقوہ موجود ہے۔ نیکی کی اس بالقوہ صلاحیت کو عملی حقیقت میں ڈھالنے کے لئے مناسب تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔

۳۔ تعلیم و تربیت کا صحیح ترین وقت وہ ہے جب انسان بساطِ دہر پر تازہ وارد ہو جب اسے نفس کے تقاضوں اور دنیا کی فریب کاریوں نے اپنی گرفت میں نہ لیا ہو۔ اس لئے کم سن کا دل اس خالی زمین کی مانند ہوتا ہے جس میں جو بیج ڈالا جائے قبول کر لیتی ہے اس تعلیم و تربیت کا سب سے بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کا تزکیہ کر کے اپنے اندر ودیعت کئے ہوئے امکانات کو تلاش کرے اور اپنی صلاحیتوں کو اعمال صالحہ کے ذریعہ ترقی دے تاکہ وہ دنیا و آخرت دونوں کے حسنات حاصل کر سکے انسان کو راہِ راست سے بھٹکانے والے عوامل میں بنیادی باتیں دو ہیں ایک اتباع ہوا دوسرا طول امل اتباع ہوا یعنی خواہشاتِ نفس کی پیروی حق سے دور کر دیتی ہے طول امل یعنی لمبی لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ ان عوامل کا سدِ باب کرنے کے لئے جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ تقویٰ اور احکامِ الٰہی کے مطابق عمل کرنا۔ امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں۔

"بیٹا یاد رکھو، میری اس وصیت سے جن چیزوں کی تمہیں پابندی کرنا ہے ان میں جس چیز کی میری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ہے وہ ہے اللہ کا تقویٰ اور یہ کہ جو فرض اللہ کی طرف سے تم پر عائد ہیں ان پر اکتفا کرو۔"

امیر المومنین نے تقویٰ کی اہمیت پر نہ صرف اس وصیت نامہ میں زور دیا ہے بلکہ آپ کی تمام تعلیمات میں جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ ہے تقویٰ کہا جاتا ہے کہ آپ جب بھی کوئی خطبہ ارشاد فرماتے تھے اس سے قبل تقویٰ کی نصیحت ضرور کرتے تھے۔ تقویٰ کیا ہے؟ یہ ایک تفصیل طلب سوال ہے لیکن آپ نے ایک صحابی ہمام کی درخواست کے جواب میں آپ نے متقین کی جو نہایت مختصر تعریف بیان کی ہے وہ یہ ہے۔

"اے ہمام اللہ سے ڈرو اور نیکو کار بنو کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ
اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ"

گویا تقویٰ کا تقاضا ہے عملِ صالح اور عمل صالح کی حد یہ ہے کہ جو فرائض اللہ کی طرف سے

عائد کئے گئے ہیں ان پر اکتفا کیا جائے اور غیر ضروری بحث و تنازع سے گریز کیا جائے۔ دین کو لفظی بحثوں یا منطقی موشگافیوں کی آماجگاہ بنانے سے شکوک و شبہات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور قول و عمل میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح دین کو سیاسی نعرہ یا سماجی نظریہ قرار دینے سے دین کی اصل روح غائب ہو جاتی ہے اور ملت افتراق و انتشار کا شکار ہو جاتی ہے

حضرت علیؑ نے اپنے وصیّت نامہ میں جن امور پر گفتگو کی ہے انھیں نکات کی صورت میں ترتیب وار اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔

تقویٰ، احکام الٰہی کی اطاعت، ماضی کے علمی ورثہ سے اکتساب فیض صالحین کی کی روایت سے ارتباط عمل، عقائد میں اختلاف سے گریز، شکوک و شبہات سے پرہیز نظام دنیا کا خدا کی طرف سے مقرر ہونا، رسالت کی ضرورت اور پیغمبر اسلام کی عظمت، توحید کا اثبات اور شرک کا انکار، دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی اہمیت، انسانوں کے باہمی معاملات میں عدل، رزق حلال کی تلاش انفاق مال کی اہمیت، دعا کی ضرورت، توبہ کی افادیت تخلیق انسانی کی غرض و غایت، موت اور موت کا ذکر، اسیران دنیا کی حالت، اول امل اور حرص و طمع سے گریز، رزق حلال اور رزق حرام کا فرق، عقل کا وظیفہ اور اس کا منصب بھائیوں سے حسن سلوک، دوسروں کی حق تلفی کی ممانعت۔ غم واندوہ پر صبر، دوستی یگانگت اور قرابت کا مفہوم، رفیقان سفر اور ہمسایوں کا انتخاب، آداب گفتگو، اہل و عیال سے متعلق ذمہ داریاں، عورتوں کے ساتھ طریقۂ عمل، خدمت گذاروں میں تقسیم کار اور اپنے قوم اور قبیلے کا احترام۔

ان نکات کی فہرست سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کی حقیقت اور دین تاریخ اور فطرت سے انسان کے تعلق۔ اللہ کے ساتھ انسان کا رشتہ اور دوسرے انسانوں کے ساتھ باہمی معاملات۔ غرض کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس وصیّت نامہ میں گفتگو نہ کی گئی ہو۔ اس لحاظ سے یہ وصیّت نامہ حیات انسانی کا ایک مکمل اور منظم منشور رہے

اس منشور کے آئینہ میں انسانیت کی جو تصویر نظر آتی ہے وہ ایک ایسے انسان کی تصویر ہے جو

۱۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ احکام الٰہی کی اطاعت کرتا ہے تاکہ اللہ سے اپنا رشتہ استوار کر سکے۔ اس لئے اللہ اور بندے کے درمیان جو رشتہ ہے اس سے زیادہ مضبوط اور پائیدار اور اس سے زیادہ بامعنی اور حقیقی رشتہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی رشتہ کے نتیجہ میں انسان اپنی ذات پر اعتماد حاصل کرتا ہے تنہائی اور مایوسی کے خوف سے نجات پاتا ہے اور اسی رشتے کے حوالے سے انسان خود اپنی حقیقت کا عرفان اور اس کائنات اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے اپنے تعلق کی نوعیت کا شعور حاصل کرتا ہے۔

۲۔ یہ وہ انسان ہے جو عالم تاریخ سے عبرت اور عالم فطرت سے موعظت حاصل کرکے دنیا اور حیات دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی حقیقت کا شعور حاصل کرتا ہے وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ انسان آخرت کے لئے بنا ہے نہ کہ دنیا کے لئے اس لئے وہ اپنی آخرت کا سودا نہیں کرتا۔ وہ دنیا کو دار العمل سمجھتا ہے اور آخرت کو دار الحساب۔ آخرت کا خوف اسے دنیا میں ملوث ہونے سے روکتا ہے لیکن آخرت میں جزا کی توقع اسے نیک عمل پر آمادہ کرتی ہے اس لئے وہ رہبانیت یا ترک دنیا کا رویہ نہیں اپناتا بلکہ وہ ایک ایسا انسان ہے جو زمانہ کے لئے آخرت کو ترک کرتا ہے اور نہ آخرت کے لئے دنیا سے منہ موڑتا ہے۔ بلکہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کی نیکیوں کے لئے عملی جد و جہد کرتا ہے۔

۳۔ یہ وہ انسان ہے جس کے سامنے حسن عمل کا بہترین نمونہ اسوۂ رسولؐ ہے۔ وہ پیغمبرؐ اسلام کو راہ نجات کا قائد اور انسانیت کا رہبر سمجھتا ہے اور اتباع رسولؐ کے ذریعہ اپنی زندگی کے ارتقا کا سفر جاری رکھتا ہے۔

۴۔ ایسا انسان اس حقیقت کا شعور رکھتا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی سنت کوئی جامد حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ ہماری تمدن کی وہ روایت ہے جو حضورؐ کے بعد ان کی عترت کے

کے ذریعہ زندہ اور فعال ہے۔ اس لحاظ سے رسولؐ کی سُنّت اور رسولؐ کی عترت دو مختلف باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ رسولؐ کی سنت ان کی عترت کے ذریعہ جاری اور مسلسل ہے

۵۔ یہ وہ انسان ہے جو اس بات کو سمجھتا ہے کہ کتابِ خدا کی غلط تاویلیں اور احکام شرع کی غلط تفسیریں اختلافات اور شکوک و شبہات کے دروازے کھول دیتی ہیں اس لئے وہ کتاب کا علم وارثِ کتاب سے حاصل کر لیتا ہے اور دیکھتا ہے کتاب کی علمی روایت کی روشنی میں دین کی عملی حقیقت کو سمجھتا ہے! وہ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کی روشنی میں خود پر اجتہاد کے دروازے بند نہیں کرتا لیکن اس کا اجتہاد قیاس پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ اس علمی روایت سے مربوط ہوتا ہے جو صادقین اور صالحین کی روایت ہے۔

۶۔ باہمی معاملات میں اس کا رویہ عدل کا رویہ ہوتا ہے۔ وہ رزقِ حلال اور رزقِ حرام کے فرق کو سمجھتا ہے۔ وہ باہمی روابط کی بنیاد پر اپنے بھائی کی حق تلفی نہیں کرتا اس لئے کہ جس کی حق تلفی کر دی جائے وہ پھر بھائی کہاں رہتا ہے۔ تمام سیاسی پروپیگنڈوں کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ ظالم اور مظلوم آپس میں بھائی بھائی نہیں ہو سکتے

۷۔ ایسا انسان تاریخی واقعات سے یہ شعور حاصل کر لیتا ہے کہ اللہ کی نظر میں ظلم سے زیادہ مذموم اور زمانے کی نگاہ میں ظلم سے زیادہ ناپائیدار اور کوئی چیز نہیں ہے وہ معاشرہ جو عدل کے مرکز سے ہٹ جاتا ہے وہ خود اپنی تباہی کے اسباب مہیا کر لیتا ہے۔ اور وہ انسان جن کا رخ حیاتِ عدل نہیں رہتا انسان کے بھیس میں نظر آنے والے درندے ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسا انسان ہر سطح پر ظلم کے خلاف جہاد کرتا ہے اور اس جہاد میں صبر سے کام لیتا ہے اس کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے۔ اس کا معاہدہ تاریخ سے ہوتا ہے اور اس کی نگاہ آخرت پر ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایسے انسان کی زندگی معرفتِ الٰہی کی جدوجہد اور ظلم کے خلاف جہاد کا نمونہ

ہوتی ہے۔ معرفت الٰہی کی جد وجہد اور ظلم کے خلاف جہاد یہی دو باتیں دینِ اسلام کا خلاصہ ہیں یہی ہماری اس زوال آمادہ اور فنا پذیر دنیا میں جو ظلم و فساد کے بوجھ تلے کراہ رہی ہے زندگی کے وقار اور انسانیت کے اعتبار کو قائم رکھنے کی واحد ضمانت ہیں اور یہی مستقبل کی نسلوں کے نام حضرت علیؑ کا پیغام ہے۔ خدا اسے ہمیں سمجھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے کی توفیق عطا کرے۔

میرا ٹوٹا ہوا جوتا اس حکومت سے کہیں زیادہ قیمتی ہے (حضرت علی علیہ السلام)

جناب عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ہمراہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام جنگ بصرہ کے لئے تشریف لے جا رہا تھا تو میں مقام ذی قار پر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا حضرت اپنی کفش مبارک کے ٹوٹے ہوئے تسمہ کو سی رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اے عبداللہ اس ٹوٹے ہوئے جوتے کی کیا قیمت ہو گی۔ میں نے عرض کیا اس وقت تو مولا اس کی کوئی قیمت نہیں۔ اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابن عباسؓ میرا یہ ٹوٹا ہوا جوتا اس حکومت سے کہیں زیادہ قیمتی ہے جس میں حق کے فیصلے نہ ہو رہے ہوں امیرالمومنینؑ کی نگاہِ علم و جبر اور ناانصافی کی حکومت جس میں عدل نہ ہو وہ ٹوٹے ہوئے جوتے سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہج البلاغہ

کی روشنی میں

زندگی کا منظر

حصہ چہارم

(پند و نصیحت و مواعظ حسنہ)

اللہ سے کچھ تو ڈرو چاہے وہ کم ہی ہو اور اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ پردہ رکھو چاہے وہ باریک ہی سا ہو......... علی علیہ السلام

اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے اور اُن لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہچانتا ہوں۔ اے خدا! جو ان لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور اُن (لغزشوں) کو بخش دے جن کا انھیں علم نہیں۔

(فقرہ ١٠٩)

ہم اہلبیت ہی وہ نقطۂ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے کو اس سے آگے بڑھنا ہے اور آگے بڑھ جانے والے کو اس کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

(فقرہ ١١١)

سہیل ابن حنیف انصاری حضرت کو سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے جب آپکے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔

اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا تو ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

(فقرہ ١١٢)

جو ہم اہلبیت سے محبت کرے اُسے جامۂ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے۔

(فقرہ ١١٥)

امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپکا حال کیسا ہے؟ تو آپنے فرمایا کہ اس کا حال کیا ہو گا جسے زندگی موت کی طرف لئے جا رہی ہو اور جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے۔

(فقرہ ١١٧)

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ ایک وہ جو چاہنے والا حد سے بڑھ گیا۔ دوسرا وہ دشمنی رکھنے والا جس نے عداوت اختیار کی۔

(فقرہ ١٢٠)

(قریش کے اس وسیع خاندان کی شاخوں میں سے) بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں۔ اُن

مردوں سے گفتگو اور اُن کی عورتوں سے شادی پسندیدہ ہے۔ اور بنی عبد شمس دور اندیش اور افتادہ معیشت کے لئے پیشبندی کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم (بنی ہاشم) جو ہاتھ میں ہوا سے عطا کرنے والے ہیں۔ موت (جنگ) کے وقت جان پیش کرنے والے ہیں بنی عبد شمس گنتی میں زیادہ حیلہ باز اور بدصورت ہوتے ہیں اور ہم خوش گفتار خیر خواہ اور خوبصورت۔

(فقرہ ۱۸۴)

جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے اسمیں کبھی شک نہیں کیا۔

(فقرہ ۱۸۵)

نہ میں نے کبھی جھوٹ کہا ہے۔ نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ نہ میں خود گمراہ ہوا نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

(فقرہ ۱۹۰)

العجب! کیا خلافت کا معیار نسب صحابیت و قرابت ہی ہے۔؟

(فقرہ ۱۹۴)

جب مجھے غصّہ آئے تو کب اپنے غصّہ کو اتاروں کیا اس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں۔ اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجئے۔ یا اس وقت کہ جب انتقام پہ قدرت ہو اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجیے۔

(فقرہ ۲۳۶)

فرمایا خدا کی قسم۔ تمہاری یہ دنیا میری نظروں میں سور کی انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔

(فقرہ ۲۰۹)

(قائم آل محمدؑ کے ظہور کی پیشنگوئی) یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکیگی جسطرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچے کی طرف جھکتی ہے۔ اسکے بعد حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (ترجمہ) ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں انپر احسان کریں اور انکو پیشوا بنائیں۔

اور انہیں کو (اس زمین کا) مالک بنائیں۔

(فقرہ ۲۶۲)

جب حارث ابن حوط جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اصحاب جمل گمراہ تھے؟ تو ارشاد ہوا کہ اے حارث تم نے نیچے کی طرف دیکھا اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی جس کے نتیجہ میں تم حیران و سرگرداں ہو گئے ہو۔ تم حق ہی کو نہیں جانتے کہ حق والوں کو جانو اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو یہ سُن کر حارث نے کہا میں سعد ابن مالک اور عبداللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزیں ہو جاؤں گا۔ تو فرمایا۔ سعد اور عبداللہ ابن عمر نے نہ حق کی مدد کی اور نہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

(فقرہ ۲۶۱)

جب جناب امیر علیہ السلام معاویہ کی فوج سے بنفس نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے تو آپ کے حواری بھی آپ کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے یا امیرالمومنینؑ! ہم دشمن سے نبٹ لیں گے آپ کو زحمت کی ضرورت نہیں تو ارشاد فرمایا۔ "تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے۔ دوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے۔ مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی مگر میں آج اپنی رعیتوں کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں گویا کہ میں رعیت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ بگوش ہوں۔ اور وہ فرمانروا۔

(فقرہ ۳۱۱)

جب حضرت بصرہ میں وارد ہوئے تو انس بن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ اقوال یاد دلائیں جو آپ (جناب امیرؑ) کے بارے میں انھوں نے خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں مگر انھوں نے اس سے پہلو تہی کی اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ وہ بات مجھے یاد نہیں رہی۔ اس پر حضرت نے فرمایا: اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اسکی پاداش میں خداوند عالم ایسے چمکدار داغ میں تمہیں مبتلا کرے کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے اسید رضیؒ فرماتے ہیں کہ سفید داغ سے مراد برص ہے

چنانچہ انس اس مرض میں مبتلا ہو گئے جسکی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

(فقرہ ۳۱۶)

میں اہل ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں کا یعسوب مال ہے۔ (سید رضی فرماتے ہیں) کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کا اسی طرح اتباع کرتے ہیں جسطرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں۔ اور یعسوب اس مکھی کو کہتے ہیں جو ان کی سردار ہوتی ہے۔

(فقرہ ۳۱۸)

مقابل کے دل پر حضرتؑ کی ہیبت۔ حضرتؑ سے کہا گیا کہ آپ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔

(فقرہ ۳۲۱)

مصلحت امام بمنزلہ اطاعت امام۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک امر میں آپکو مشورہ دیا جو آپ کے نظریئے کے خلاف تھا تو آپ نے ان سے فرمایا۔ تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو۔ اس کے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے اور اگر میں تمہاری رائے کو نہ مانوں تو تمہیں میری اطاعت لازمی ہے۔

(فقرہ ۴۶۹)

غالی و بہتان تراش تباہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرتؑ کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ: میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

ہماری دعا: ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ علیؑ ولی کے نادان دوستوں اور جاہل دشمنوں دونوں کو علیؑ کی صحیح عظمت جاننے اور ان کی قدر و قیمت پہچاننے کا سلیقہ اور حوصلہ عطا کرے

(فقرہ ۲۲۷)

ایمان: ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنا ہے۔

(فقرہ ۲۵۲)

احکام شرع کی حکمتیں اور مصلحتیں۔ خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لئے اور نماز کو فرض کیا رعونت سے بچانے کے لئے۔ زکوٰۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کے لئے اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لئے اور حج کو دین کی تقویت پہنچانے کے لئے اور امر بالمعروف کو اصلاح خلائق کے لئے اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کے لئے۔ اور حقوق قرابت کے ادا کرنے کو (یار دالغار کی) گنتی بڑھانے کے لئے اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کے لئے اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لئے۔ شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کے لئے اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کے لئے۔ زناکاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کے لئے اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کے لئے۔ گواہی کو انکار حقوق کے مقابلے میں ثبوت مہیا کرنے کے لئے جھوٹ سے علیحدگی کو سچائی کا شرف آشکار کرنے کے لئے قیام امن کو خطروں سے تحفظ کے لئے امانتوں کی حفاظت کو امت کا نظام درست رکھنے کے لئے۔ اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے۔

(فقرہ ۲۶۶)

حضرتؑ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ تو فرمایا: کل میرے پاس آنا تاکہ میں تمہیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں۔ اس لئے کہ اگر تم بھول جاؤ تو دوسرے یاد رکھ سکیں کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک کی گرفت میں آجائے تو دوسرے کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

دوسرے دن جبکہ حضرتؑ کے اصحاب جمع تھے آپ نے فرمایا:

(فقرہ ۳۰)

ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔

ایک صبر۔ دوسرا یقین۔ تیسرا عدل۔ چوتھا جہاد۔

صبر کی چار شاخیں ہیں۔ اشتیاق۔ خوف دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار اس لئے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا وہ خواہشوں کو بھلا دے گا۔ اور دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا۔ اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا۔ اور جسے موت کا انتظار ہوگا وہ نیک کاموں میں جلدی کریگا۔

یقین کی چار شاخیں ہیں۔ روشن نگاہی۔ حقیقت رسی۔ عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔

چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اُسکے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہوجائیں گی اور جسکے لئے علم و عمل آشکار ہوجائے وہ عبرت سے آشنا ہوگا اور جو عبرت سے آشنا ہوگا وہ ایسا ہے جیسا پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔

عدل کی بھی چار شاخیں ہیں۔ تہوں تک پہنچنے والی فکر۔ علمی گہرائی۔ فیصلے کی خوبی۔ اور عقل کی پائیداری۔

چنانچہ جس نے غور و فکر کیا وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا۔ اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلوں کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا۔ اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی۔ اور لوگوں میں نیکنام رہ کر بسر کی۔

جہاد کی چار شاخیں ہیں امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ تمام موقعوں پر راست گفتاری اور بدکرداروں سے نفرت

چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے فاسقوں کو بُرا سمجھا اور اللہ کے لئے غضبناک ہوا اللہ بھی اُس کے لئے دوسروں پر غضبناک ہوگا۔ اور قیامت کے دن اسکی خوشی کا سامان کرے گا۔

(فقرہ ۴۵۸)

ایمان : ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لئے سچائی باعث نقصان ہو اُسے جھوٹ پر ترجیح دو خواہ وہ تمہارے فائدے کا باعث ہو رہا ہو اور تمہاری باتیں عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

(فقرہ ۳۱۷)

اسلام اور یہودیت : ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی ع کو دفن نہیں کیا تھا کہ اُن کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔

حضرت نے فرمایا : ہم نے انکے بارے میں اختلاف نہیں کیا بلکہ ان کے بعد جانشینی کے سلسلے میں اختلاف ہوا مگر تم وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پاؤں خشک بھی نہ ہونے پائے تھے کہ اپنے نبی ع سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں تو موسیٰ ع نے کہا کہ

بیشک تم ایک جاہل قوم ہو۔

(فقرہ ۳۱)

کفر : کفر چار ستونوں پر قائم ہے۔ حد[۱] سے بڑھی ہوئی کاوش۔ جھگڑا[۲] اور کجروی[۳] اختلاف : جو بے جا گہری فکر و کاوش کرتا ہے وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑے کرتا ہے وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے جو حق سے منہ موڑتا ہے وہ اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے۔ اور گمراہی کے نشے میں مدہوش پڑا رہتا ہے۔

جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے راستے بہت دشوار اور اس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ کے نکلنے کی راہ اس کے لئے تنگ ہو جاتی ہے۔

شک

شک کی بھی چار شاخیں ہیں۔ کٹ حجتی۔ خوف۔ سرگردانی۔ باطل کے آگے جبیں سائی۔ چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنا لیا۔ اسکی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا وہ الٹے پیر پلٹ جاتا ہے اور جو شک و شبہ میں سرگرداں رہتا ہے اُسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں اور جس نے دنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا وہ دو جہاں میں تباہ ہوا۔

پند و نصیحت

(فقرہ ۲۴۲)

خوف خدا: اللہ سے کچھ تو ڈرو چاہے وہ کم ہی ہو۔ اور اپنے اور اللہ کے نزدیک کچھ تو پردہ رکھو چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

(فقرہ ۱۲۹)

اللہ کی عظمت: اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کر دے گا۔

(فقرہ ۱۲۵)

اسلام کی صحیح تعریف: اسلام سر تسلیم خم کرنا ہے۔ سر تسلیم جھکانا یقین ہے۔ یقین تصدیق ہے۔ تصدیق اعتراف ہے اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔

(فقرہ ۱۵۶)

اطاعت امامؑ: تم پر اطاعت بھی لازم ہے۔ ان کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں۔

تقویٰ۔ تقویٰ تمام خصلتوں کا سرتاج ہے۔

(فقرہ نمبر ۲۴)

اے اولادِ آدم کے بیٹے! جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہٗ تجھے پے در پے

اللہ کی نافرمانی نعمتیں دے رہا ہے اور تو اُس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اُس سے ڈرتے رہنا۔

(فقرہ ۲۹)

ڈرو، ڈرو۔ اس لئے کہ بخدا اُس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی

تقویٰ: کی ہے کہ گویا تمہیں بخشدیا ہے۔

(فقرہ ۹۵)

جو عمل تقویٰ کے ساتھ انجام دیا جائے وہ تھوڑا نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور مقبول ہونے والا عمل تھوڑا ہو کیونکر ہوسکتا ہے۔

(فقرہ ۲)

جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا اُس نے اپنے کو سبک کیا اور جس نے

پند و نصائح: اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہوگیا اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا اُس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر دیا۔

(فقرہ ۳)

بخل ننگ و عار ہے، بزدلی نقص و عیب ہے، غربت مردِ زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے، مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے۔ عجز و درماندگی مصیبت ہے۔ صبر و شکیبائی شجاعت ہے، دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے اور پرہیزگاری ایک بڑی صفت ہے۔

(فقرہ ۴)

تسلیم و رضا بہترین مصاحب، علم شریف ترین میراث ہے اور علمی و عملی اوصاف

تو بتو خلعت ہیں۔ اور فکر صاف و شفاف آئینہ ہے۔

(فقرہ ۶)

جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو ناپسند کرتا ہے۔ صدقہ کامیاب رہا ہے۔ اور دنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں اُن کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

(فقرہ ۴۷)

انسان کی جتنی ہمت ہو اتنی ہی اس کی قدر و قیمت ہے اور جتنی مروّت و جواں مردی ہو گی اتنی ہی راست گوئی ہو گی اور جتنی حمیت و خودداری ہو گی اتنی ہی شجاعت ہو گی اور جتنی غیرت ہو گی اتنی ہی پاک دامنی ہو گی۔

(فقرہ ۸۲)

تمہیں پانچ ایسی باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر انہیں حاصل کرنے کے لئے اونٹوں کو ایڑھ لگا کر تیز ہنکاؤ تو وہ اسی قابل ہوں گے۔

۱۔ تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے۔

۲۔ اُس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے۔

۳۔ تم میں سے اگر کسی سے کوئی بات ایسی پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا۔

۴۔ اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اس کے سیکھنے میں نہ شرمائے۔

۵۔ صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اور اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے۔

(فقرہ ۲۰۴)

کسی شخص کا تمہارے حسنِ سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی و بھلائی سے بددل نہ

بنا دے اسلئے کہ بسا اوقات تمہاری بھلائی کی وہ قدر کریگا جس نے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا۔

(فقرہ ۲۰)

خوف کا نتیجہ ناکامی، شرم کا نتیجہ محرومی اور فرصت کی گھڑیاں تیز رو ابر کی طرح گزر جاتی ہیں۔ لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

(فقرہ ۳۸)

اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا: اے فرزند! مجھ سے چار اور پھر چار باتیں یاد رکھو۔ ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائیں گے ایک عقل و دانش سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے دوسری حماقت و بے عقلی سب سے بڑی ناداری حماقت و بے عقلی ہے۔ تیسری غرور و خود بینی۔ سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے۔ چوتھی حسن و اخلاق سب سے بڑا جوہر ذاتی حسن و اخلاق ہے۔

اے فرزند! بے وقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچائے گا۔

بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی انتہائی احتیاج ہو گی تو وہ تم سے دور بھاگے گا۔

بدکردار سے دوستی نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ دے گا، اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لئے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔

(فقرہ ۲۱۱)

سخاوت عزت و آبرو کی پاسبان ہے۔ بردباری احمق کے منہ کا تسمہ ہے درگزر کرنا کامیابی کی زکوٰۃ ہے۔ جو غداری کرے اُسے بھول جانا اس کا بدل ہے۔ مشورہ لینا خود صحیح راستہ

پا جاتا ہے۔ جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے صبر و مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتا ہے بے تابی بیقراری زمانے کے مددگاروں میں سے ہے بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اٹھا لینا ہے۔ بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہوا و ہوس میں دبی ہوئی ہیں۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت، حسن و توفیق کا نتیجہ ہے۔ دوستی محبت اکتسابی قرابت ہے جو تم سے رنجیدہ دل تنگ ہو اس پر اطمینان و اعتماد نہ کرو۔

(فقرہ ۲۲۴)

زیادہ خاموشی رعب و ہیبت کا باعث ہوتی ہے۔ انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے لطف و کرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے۔ جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے دوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازماً سرداری حاصل ہوتی ہے خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے۔ اور سر پھرے آدمی کے مقابلے میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار زیادہ ہو جاتے ہیں۔

(فقرہ ۲۳۹)

جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے۔ وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے جو چغلخور کی بات پر اعتماد کرتا ہے وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔

(فقرہ ۲۵۷)

جناب کمیل سے ارشاد فرمایا۔ اے کمیل! اپنے عزیز و اقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کے لئے دن کے وقت نکلیں اور رات کو سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اس ذات کی قسم جسکی قوتِ شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے۔ جس کسی نے بھی دل کو خوش کیا کسی کے، تو اللہ اس کے لئے اس سرور سے ایک لطف خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اونٹوں کو ہنکانے کی طرح اس مصیبت کو ہنکا کر دور کر دے۔

(فقرہ ۲۹۷)

نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں اور اُن سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

(فقرہ ۳۵۸)

اے لوگو! چاہیئے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے۔ بیشک اُسے فراغ دستی حاصل ہو۔ اُسے کم سے کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اُس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا۔ جو تنگدست ہو اور وہ اُسے آزمائش نہ سمجھے تو اُس نے اس ثواب کو ضائع کر دیا کہ جسکی امید و آرزو کی جاتی ہے۔

(فقرہ ۳۵۹)

اے حرص و طمع کے اسیرو! باز آؤ کیونکہ دنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادثِ زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہیئے۔ اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو۔ اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے منھ موڑ لو۔

(فقرہ ۳۶۰)

کسی کے منھ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو تو اُس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

مواعظِ حسنہ

(فقرہ ۳۷۰)

جب بھی آپ منبر پر رونق افروز ہوتے تو ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو کیونکہ کوئی شخص بیکار نہیں پیدا کیا گیا ہے کہ وہ کھیل کود میں

پڑ جائے اور نہ اُسے بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہے کہ بیہودگیاں کرنے لگے اور یہ دنیا جو اس کے لئے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی کہ جس کو اس کی غلط نگاہ نے بری صورت میں پیش کیا ہے وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اس دوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس نے تھوڑا بہت آخرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو۔

(فقرہ ۳۴۴)

اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ کتنے ہی ایسی باتوں کی امید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچتے نہیں۔ اور ایسے گھر تعمیر کرواتے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا۔ اور ایسا مال جمع کرنے والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اسے غلط طریقے سے جمع کیا ہو یا کسی کا حق تباہ کر کے حاصل کیا ہو اس طرح اُسے بطور حرام پایا ہو۔ اور اس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہو تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جا پہنچے۔ دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا اٹھایا یہی تو کھلم کھلا گھاٹا ہے۔

(فقرہ ۲۱۰)

اللہ سے ڈرو! اس شخص کے ڈرنے کے مانند جس نے دنیا کی وابستگیوں کو چھوڑ کر دامن گردان لیا۔ اور دامن گردان کوشش میں لگ گیا اور اچھائیوں سے اس وقفہ حیات میں تیز گامی کے ساتھ چلا اور خطروں کے پیش نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا۔ اور اپنی قرار گاہ اور اپنے اعمال کے نتیجے اور انجام کار کی منزل پر نظر رکھی۔

(فقرہ ۲۰۳)

اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے۔ اس موت کی طرف بڑھنے کا سامان کرو کہ جس سے بھاگے تو وہ تمہیں پالیگی

اور اگر ٹھہرے تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی۔ اور اگر اُسے تم بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھیگی

(فقرہ ۲۲۸)

جو دنیا کے لئے اندوہناک ہو وہ قضاؤ قدر الٰہی سے ناراض ہے۔ جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولت مندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے۔ جو شخص قرآن کی تلاوت کرے۔ پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگا جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو جائے تو اس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں۔

ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا۔

ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

ایسی امید کہ جو بر نہیں آتی۔

(فقرہ ۳۴۹)

جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے گا وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر خوش ہے گا وہ نہ ملنے والی چیز پہ رنجیدہ نہیں ہوگا۔ جو ظلم کی تلوار کھینچتا ہے وہ اسی سے قتل ہوتا ہے جو امام آسودگی کو زبردستی انجام دینا چاہتا ہے۔ وہ تباہ بربادہ ہوتا ہے۔ جو اٹھتی ہوئی موجوں میں پھاندتا ہے وہ ڈوبتا ہے۔ جو بدنامی کی جگہوں پر جائے گا وہ بدنام ہوگا۔ جو زیادہ بولے گا وہ زیادہ لغزشیں کرے گا۔ اور جسکی لغزشیں زیادہ ہوں گی اس کی حیا کم ہو جائے گی۔ اور جس میں حیا کم ہو اس میں تقویٰ کم ہوگا اور جس میں تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مردہ ہو جائے گا اور جس کا دل مردہ ہو گیا وہ دوزخ میں جا پڑا جو شخص لوگوں کے عیوب دیکھ کر ناک بھوں چڑھائے اور پھر انھیں اپنے لئے چاہے وہ سراسر احمق ہے۔ قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ جو موت کو زیادہ یاد رکھتا ہے وہ تھوڑی سی دنیا پر بھی خوش رہتا ہے۔ جو

شخص یہ جانتا ہے کہ اس کا قول بھی عمل کا ایک جز ہے۔ وہ مطلب کی بات کے علاوہ کلام نہیں کرتا۔

(فقرہ ۳۴۳)

گفتگوئیں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے ان میں پوچھنے والا الجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا جانے بوجھے جواب کی زحمت اٹھاتا ہے جو ان میں درست رائے رکھتا ہے اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصورات اُسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں اور جو ان میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اس کے دل پر اثر کر دے اور یہ کلمہ اس میں انقلاب پیدا کر دے۔

(فقرہ ۳۷۲)

جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا۔

اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے۔

(۱) عالم جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو۔

(۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو۔

(۳) سخی جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو۔

(۴) فقیر جو آخرت کو دنیا کے عوض بیچتا ہو۔

تو جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا تو جاہل اسے سیکھنے میں عار سمجھے گا۔ اور جب دولتمند نیکی اور احسان میں بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر! جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہونگی تو لوگوں کی حاجتیں بھی اس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہونگیں۔ لہٰذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا وہ ان کے لئے دوام و ہمیشگی کا سامان کریگا اور جو واجب حقوق کے ادا کرنے کیلئے کھڑا نہیں ہوگا وہ فنا و بربادی کی زد پر لے آئے گا۔

(فقرہ ۳۷۳)

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ فقیہہ سے روایت کی ہے اور یہ اُن لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کے لئے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کو جہاد کے ابھارنے کے لئے کہتے تھے کہ جب اہل شام سے لڑنے کے لئے بڑھے تو میں نے علی علیہ السلام سے فرماتے سنا۔

اے اہل ایمان: جو شخص دیکھے کہ ظلم و عدوان پر عمل ہو رہا ہے اور برائی کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور وہ دل سے اسے برا سمجھے تو وہ عذاب سے محفوظ اور گناہ سے بری ہو گیا اور جو زبان سے اُسے بُرا کہے وہ ماجور ہے اور صرف دل سے برا سمجھنے والے سے افضل ہے اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر بُرائی کے خلاف کھڑا ہو تا کہ اللہ کا بول بالا ہو اور ظالموں کی بات گر جائے تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پا لیا اور سیدھے راستے پر ہو لیا۔ اور اس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

(فقرہ ۳۹۱)

دنیا سے بے تعلق رہو تا کہ اللہ تم میں دنیا کی بُرائیوں کا احساس پیدا کرے اور غافل نہ ہو اس لئے کہ تمہاری طرف سے نہیں ہوا جائے گا۔

(فقرہ ۳۹۶)

موت ہو اور ذلت نہ ہو۔ کم ملے اور دوسروں کو وسیلہ بنانا نہ ہو جسے بیٹھے بٹھائے نہیں ملتا اُسے اُٹھنے سے بھی کچھ حاصل نہ ہو گا۔ زمانہ دو دنوں پر مشتمل ہے ایک دن تمہارے موافق کا ایک دن تمہارے مخالف جب موافق ہو تو اتراؤ نہیں اور مخالف ہو تو صبر کرو۔

(فقرہ ۴۱۶)

حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: اے فرزند دنیا کی کوئی چیز اپنے پیچھے نہ چھوڑو اس لئے کہ تم دو میں سے ایک کے لئے چھوڑو گے ایک وہ جو اس مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کریگا

تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب بنا وہ اس کے لئے راحت و آرام کا باعث ہوگا یا وہ وہ ہوگا جو اسے خدا کی معصیت میں صرف کرے تو وہ تمہارے جمع کردہ مال کی وجہ سے بدبخت ہوگا اور اس صورت میں تم خدا کی معصیت میں اسکے معین و مددگار ہوگے اور ان دونوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو۔

نوٹ: سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلام ایک دوسری صورت میں بھی روایت کیا گیا ہے جو یہ ہے جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے تم سے پہلے اسکے مالک دوسرے تھے اور یہ تمہارے بعد دوسروں کی طرف پلٹ جائے گا اور تم دو میں سے ایک کی طرف جمع کرنے والے ہو ایک وہ جو تمہارے جمع کئے ہوئے مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوا وہ اسکے لئے سخاوت و نیک بختی کا سبب ہوگا یا وہ جو اس مال سے اللہ کی معصیت کرے تو جو تم نے اس کے لئے جمع کیا وہ تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوگا اور ان دونوں میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو اور ان کی وجہ سے اپنی پشت کو گراں بار کرو۔ جو گزر گیا۔ اس کے لئے اللہ کی رحمت اور جو باقی رہ گیا اس کے لئے رزقِ الٰہی کے امیدوار رہو۔

(فقرہ ۴۷۰)

توحید و عدل: توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم کا پابند نہ بناؤ اور عدل یہ ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

فروعِ دین: ہر پرہیزگار کے لئے باعثِ تقرب۔ حج ہر ضعیف و ناتواں کا جہاد ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور عورت کا جہاد شوہر سے حسنِ معاشرت ہے۔

(فقرہ ۱۹۹)

تفسیر: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہم اللہ کے ہیں اس کے ملک

ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ ہمیں اسکی طرف پلٹنا ہے یہ اپنے لیے فنا کا اقرار ہے

(فقرہ ۴۴۴)

(فقرہ ۴۴۵)

لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے)

تفسیر: کے معنی دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں اُس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم ان ہی پر اختیار رکھتے ہیں تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمّہ داریاں عائد کیں اور جب اس چیز کو واپس لے لے گا تو ہم سے اس کی ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا۔

جناب امیرؑ کی وصیّت

تم دونوں کو میری وصیت ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا اور دنیا کے پیچھے مت دوڑنا۔ اگرچہ دنیا تمھارے پیچھے دوڑے۔ دنیا کی کسی محرومی پر نہ کڑھنا ہمیشہ حق کے لئے تمھاری زبان کھلے۔ ہمیشہ ثواب ہی کے لئے تمہارا عمل ہو۔ ہمیشہ ظالم کے حریف بننا اور مظلوم کے مددگار۔

تم دونوں کو اپنی سب اولاد کو، سب خاندان کو، اور ان سب لوگوں کو جن تک میری یہ تحریر پہنچے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہیں اپنا معاملہ درست رکھیں اور آپس میں اتفاق و اتفاق رکھیں کیونکہ میں نے تمہارے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے "آپس کا میل ملاپ عام روزے نماز سے افضل ہے"۔

(قاتلانہ حملے کے بعد حسنینؑ کو وصیّت)

قرآن اور نہج البلاغہ کی روشنی میں

منافقین کا کردار

وحدتِ اسلامی پر اعتقاد رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مومنین لغات اور اصطلاحات قرآنی کو صحیح طور پر درک اور تحقیق کر سکیں۔

نفاق کے معنی شگاف، دراڑ، خلا اور فاصلے کے ہیں اور منافق وہ شخص ہے جو معاشرے میں لوگوں کے درمیان شگاف اور فاصلہ وجود میں لائے اور اس کے کہنے اور عمل کرنے میں فرق ہو۔

اسلامی اصطلاحات میں نفاق کے معنی، کفر کو اسلام کے لبادے میں پیش کرنا ہے۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں، اسلام کی تحریک اور حقیقی مومنین کو دو خطرے ہمیشہ در پیش ہیں۔ ایک خطرہ اس کے بیرون ملک دشمن کا اور دوسرا اس کے اندرون ملک دشمن کا۔ بیرونی دشمن کا خطرہ واضح اور اس کی پہچان آسان ہے لیکن اندرونی دشمن والا خطرہ بہت پیچیدہ اور پس پردہ ہوتا ہے جس کی شناخت کرنا مشکل ہے۔ اور یہی اشخاص منافقین کہلاتے ہیں۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ کے ایک دوسرے خطبے میں فرماتے ہیں۔

منافقین ظاہراً اچھے بھلے نظر آتے ہیں لیکن باطناً بیمار ہوتے ہیں۔ منافقین حقیقت خدا، آخرت اور اسلام کے دوسرے اصولوں پر ایمان نہیں رکھتے، لیکن ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اور ان کا یہ دوغلہ پن صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ

مولائے کائنات کی حوادث اور فتنوں کے متعلق پیشنگوئیاں

حمد اس خدا ہی کے لئے ہے جو اپنی مخلوق کے لئے اپنی ہی مخلوق کے ذریعہ روشن و ہویدا ہے اور اپنی محبت کے ذریعہ دلوں میں ظاہر ہے۔
اس نے غور و فکر کے بغیر مخلوقات کو خلق کیا اس لئے کہ غور و فکر صاحبان ضمیر کے لئے سزاوار ہو سکتی ہے اور وہ درحقیقت صاحب ضمیر ہی نہیں ہے اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عقیدہ کی گہرائیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(اس خطبہ کا جز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں)

خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبروں کے پاک درخت (آل ابراہیم علیہ السلام) کی روشنی کے مرکز بلندی کی چوٹی (قریش) بطحی کی ناف (مکہ) اور تاریکی کے چراغوں اور حکمت کے چشموں سے منتخب فرمایا۔

(اس خطبہ کا ایک حصہ)

(تمہارا امام) ایک روحانی طبیب ہے جو اپنی طب کو لے کر دورہ کر رہا ہے اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک اور اپنے ہتھیار گرم کر لئے ہیں۔
اور جہاں جہاں اندھے دلوں بہرے کانوں اور گونگی زبانوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اسے استعمال کرتا ہے اور اپنی دوائیں ساتھ لے کر غفلت زدہ غافل و حیران و پریشان لوگوں کی تلاش میں لگا رہتا ہے۔
مگر لوگوں نے نہ تو اس کے انوار حکمت سے ضیاء حاصل کی اور نہ روشن

علوم کے چقماق کو رگڑ رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کئے ہیں۔ وہ اس معاملے میں چرنے والے جانوروں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔

صاحبانِ بصیرت کے لئے چھپی ہوئی باتیں ظاہر ہو چکی ہیں اور بھٹکنے والوں کے لئے حق کا راستہ روشن ہو چکا ہے۔ اور قیامت نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دی ہے اور غور سے دیکھنے والے کے لئے علامت ظاہر ہو چکی ہے۔

مگر یہ کیا ہوا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جسم بے روح اور روح بے نقاب بنے ہوئے ہو عبادت گزار مگر اصلاحِ قلب کے تاجر ہو مگر منافع کے بغیر، جاگ رہے ہو، مگر سونے والے کی طرح، حاضر ہو مگر غائب کی طرح دیکھنے والے ہو مگر اندھے کی طرح سننے والے ہو، مگر بہرے کی طرح بولنے والے ہو مگر گونگے کی طرح۔

گمراہی کا نشان اپنے مرکز پر جمع ہو چکا ہے اس کی شاخیں پھیل گئی ہیں وہ تمہیں برباد کرنے کے لئے اپنے پیمانوں سے وزن کر رہا ہے اور اپنے ہاتھوں سے ٹھکا رہا ہوں اس کا یہ شعر و ملت (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے۔

اسدن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر گرے ہوئے لوگ جو دیگ کی کھرچن یا تھیلے کے جھڑے ہوئے ریزوں کی طرح ناقابلِ توجہ ہوں (کسی قطار میں نہ ہوں)

یہ فتنہ تمہیں چمڑے کی مانند چھیل ڈالے گا اور اس طرح روندے گا جیسے کٹائی کے بعد غلہ روندا جاتا ہے اور (ظلم وستم) کے تم میں سے مومن کو اس طرح چھانٹ کر نکال لے گا جیسے پرندہ بڑے دانوں کو چھوٹے دانوں میں سے نکال لیتا ہے۔

یہ غلط روشیں آخر تمہیں کدھر لئے جا رہی ہیں اور یہ گمراہی کی تاریکیاں تمہیں کس طرح بہکا رہی ہیں اور یہ جھوٹی امیدیں تمہیں کیسا فریب دے رہی ہیں (سوچو) تم کہاں لائے جا رہے ہو اور کدھر بہکے جا رہے ہو۔

کیونکہ ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے اور ہر غائب کو واپس آنا ہے تمہیں چاہیئے

کہ نصیحت اپنے خدا شناس اماموں سے سنو۔ دلوں کو اسطرف متوجہ کرو و اگر تمہیں پکاریں تو جاگ اٹھو۔

قوم کے نمائندہ کو چاہیئے کہ وہ اپنی قوم سے سچ بولے اور اپنی پریشانی خاطری میں یکسوئی پیدا کرے اور اپنے ذہن کو حاضر رکھے۔

چنانچہ تمہارے امام نے حقیقت کو اسطرح کھول کر رکھدیا ہے کہ جیسے دھاگہ میں پروئے جانیوالے مہرہ کو چیر کر رکھدیا جاتا ہے اور اس طرح اسکو چھیل ڈالا جیسے درخت سے گوند جب ایسا زمانہ آئیگا تو باطل ہر جگہ مسلط اور جہالت اپنے مرکبوں پر سوار ہو جائے گی سرکشی کرنیوالے عام اور حق کی آواز دینے والے کم رہ جائیں گے۔ پھاڑ کھانے والے درندوں کی طرح زمانہ حملہ کریگا اور باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد بلبلانے لگے گا۔ لوگ فسق و فجور پر بھائی چارہ گانٹھ لیں گے۔ دین کے معاملے میں ایک دوسرے کو چھوڑ جائیں گے جھوٹ پر ایکدوسرے کے دوست اور سچائی پر ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

جب زمانہ کا یہ رنگ ہوگا تو بیٹا (آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب بنجائے گا اور موسم گرما میں بارشیں بے وقت ہوں گی لوگ کمینے چھا جائیں گے اور شریف لوگ بہت کم رہ جائیں گے۔

اس دور میں لوگ بھیڑیوں کی طرح خونخوار ہوں گے! اور بادشاہ درندوں کے مانند سفاک۔ درمیانی لوگ لوٹ کھانے والے اور فقیر و محتاج بالکل مردوں کے مانند سچائی دب جائیگی جھوٹ عام ہو جائے گا محبّت کے الفاظ صرف زبان پر آئیں لوگ دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف ہونگے نسب کا معیار زنا ہوگا عفّت و پاکدامنی پر تعجب کیا جائے گا۔ اور اسلام کا لبادہ پوستین کی طرح الٹا اوڑھا جا گا۔

بحوالہ خطبہ نمبر ۱۰۸

قرآن اور نہج البلاغہ کی روشنی میں

منافقین کا کردار

وحدتِ اسلامی پر اعتقاد رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مومنین لغات اور اصطلاحات قرآنی کو صحیح طور پر درک اور تحقیق کر سکیں۔

نفاق کے معنی شگاف، دراز، خلا اور فاصلے کے ہیں اور منافق وہ شخص ہے جو معاشرے میں لوگوں کے درمیان شگاف اور فاصلہ وجود میں لائے اور اس کے کہنے اور عمل کرنے میں فرق ہو۔

اسلامی اصطلاحات میں نفاق کے معنی، کفر کو اسلام کے لبادے میں پیش کرنا ہے۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں، اسلام کی تحریک اور حقیقی مومنین کو دو خطرے ہمیشہ درپیش ہیں۔ ایک خطرہ اس کے بیرون ملک دشمن کا اور دوسرا اس کے اندرون ملک دشمن کا۔ بیرونی دشمن کا خطرہ واضح اور اس کی پہچان آسان ہے لیکن اندرونی دشمن والا خطرہ بہت پیچیدہ اور پس پردہ ہوتا ہے جس کی شناخت کرنا مشکل ہے۔ اور یہی اشخاص منافقین کہلاتے ہیں۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ کے ایک دوسرے خطبے میں فرماتے ہیں۔

منافقین ظاہراً اچھے بھلے نظر آتے ہیں لیکن باطناً بیمار ہوتے ہیں۔ منافقین حقیقت خدا، آخرت اور اسلام کے دوسرے اصولوں پر ایمان نہیں رکھتے، لیکن ظاہر یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اور ان کا یہ دوغلا پن صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ

یہ لوگ اسلام اور ایمان کے لبادے میں خطرناک اسلحوں سے مجہز اپنے شیطانی اور کفر آمیز مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف رہتے ہیں۔

منافقین ہر شکل اور ہر لباس میں نظر آئیں گے، کبھی ہاتھوں میں تسبیح لئے اور کبھی قبلہ کی طرف منہ کئے نماز میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کا مقصد صرف پیسہ، ظاہر سازی اور طاغوت کی جانب پیشقدمی کرنا ہے

منافقین کے گروہ ایسے حساس اور قسمت ساز وقت میں جبکہ خدا کی راہ میں گامزن افراد میں ایمان کامل، جوش، اور جذبے کی ضرورت ہوتی ہے یہ لوگ ان لوگوں کے دلوں میں مایوسی اور ناامیدی کا بیج بوتے ہیں اور طرح طرح کی سازشوں اور بہانے بازیوں کے ذریعے ان کی راہوں میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

منافقین زندگی کی سختیوں پریشانیوں اور جنگی حالات میں اپنی ذمے داریوں سے دامن بچانے کے لئے فلسفہ خلقت اور خدا سے بدظن ہو جاتے ہیں اور سختیوں اور اس آزمائش کے وقت کو عذاب الٰہی تصور کرتے ہیں اور اسکے برعکس خوشحالی، کامیابی اور پیروزی کے وقت، خدا کی جانب سے خوش بینی ظاہر کرتے ہوئے خود کو مومنین کے زمرے میں لاکھڑا کرتے ہیں۔

منافقین تاکہ اپنے ناپاک مقاصد کو عملی جامہ پہنا سکیں ایک تنظیم کی شکل میں آپس میں اپنا رابطہ برقرار رکھتے ہیں اور اس طرح فساد، خیانت، آشوب، افواہ اور ہر وہ برائی جو ممکن ہو پھیلانے میں مشغول رہتے ہیں۔

قرآن کریم میں آیا ہے منافق عورتیں اور منافق مرد ایک دوسرے کے ساتھ منسلک رہتے ہیں اور ان کا کام لوگوں کو برائی کی جانب مائل کرنا اور بھلائی سے باز رکھنا ہے

حضرت علیؑ منافقین کی روش کے بیان کے بعد قرآن سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ شیطانوں کی جماعت ہے اور شیاطین کا کام نقصان پہنچانا ہے اسلئے ان سے ہوشیار رہو۔

منافقین مفسد ہیں لیکن وہ خود نہیں جانتے۔ (سورہ بقر ۱۲)

منافقین کم عقل ہیں لیکن خود نہیں سمجھتے۔ (سورۂ بقر ۱۳)

منافقین جب صاحب اقتدار ہو جاتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ زمین پر فساد کا بیج بوئیں، زراعت کو نابود کر دیں اور قوم کو ہلاک کر دیں۔ اور خدا فساد کو پسند نہیں کرتا۔ (سورہ بقر ۲۰۵)

منافقین کا کام معاشرے سے اتحاد اور وحدت کو ختم کرنا، خاندانی جھگڑوں کو بڑھانا، بغض، کینہ، نسل پرستی، قوم پرستی کے شعلوں کو ہوا دینا، لوگوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنانا اور خود دور کھڑے تماشہ دیکھنا ہے اور اس طرح یہ لوگ معاشرے میں بہت سے لوگوں کی تباہی اور ہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔

منافقین کے ساتھ مقابلہ کرنے کا بنیادی طریقہ وحدت و اتحاد ہے اسلامی معاشرے میں رہنے والے افراد اور قبیلوں کو چاہیئے کہ وہ اتحاد اور توحید کو معاشرے میں رواج دیں اور منافقین کو یہ موقع نہ دیں کہ ان کے درمیان کسی گوشے میں چھپے اپنے اثرات پھیلاتے رہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ منافقین کا گسترش پانا مومنین کے انحرافی پہلوؤں، انکی کمزوریوں اور ناہمواریوں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

سورۂ بقر کے شروع میں جبکہ قرآن کریم انسانوں کو تین گروہوں مومنین، کافرین اور منافقین میں جدا جدا تقسیم کرتا ہے تو تیسرے گروہ منافقین کے بارے میں کہتا ہے:۔

یہ لوگ اپنی طرف سے خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے کی باتیں کرتے ہیں لیکن درحقیقت ان چیزوں پر انکا ایمان نہیں ہوتا حضرت علیؑ نے منافقین کی پہلی روش کو گمراہی اور گمراہ کنندگی بتایا ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے۔ تم مومنین منافقین کی مانند عمل نہ کرو۔ کیونکہ وہ لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے سستی کے ساتھ اپنے گھروں سے باہر نہیں آتے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلتے ہیں۔

مولائے کائنات کی حوادث اور فتنوں کے متعلق پیشنگوئیاں

حمد اس خدا ہی کے لئے ہے جو اپنی مخلوق کے لئے اپنی ہی مخلوق کے ذریعہ روشن و ہویدا ہے اور اپنی حجت کے ذریعہ دلوں میں ظاہر ہے۔

اس نے غور و فکر کے بغیر مخلوقات کو خلق کیا اس لئے کہ غور و فکر صاحبان ضمیر کے لئے سزاوار ہو سکتی ہے اور وہ درحقیقت صاحب ضمیر ہی نہیں ہے

اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عقیدہ کی گہرائیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(اس خطبہ کا جزء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں)

خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبروں کے پاک درخت (آل ابراہیم علیہ السلام) کی روشنی کے مرکز، بلندی کی چوٹی (قریش) بطحا کی ناف (مکہ) اور تاریکی کے چراغوں اور حکمت کے چشموں سے منتخب فرمایا۔

(اس خطبہ کا ایک حصہ)

(تمہارا امام) ایک روحانی طبیب ہے جو اپنی طب کو لے کر دورہ کر رہا ہے اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک اور اپنے ہتھیار گرم کر لئے ہیں۔

اور جہاں جہاں اندھے دلوں بہرے کانوں اور گونگی زبانوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اسے استعمال کرتا ہے اور اپنی دوائیں ساتھ لے کر غفلت زدہ غافل و حیران و پریشان لوگوں کی تلاش میں لگا رہتا ہے۔

مگر لوگوں نے نہ تو اس کے انوار حکمت سے ضیاء حاصل کی اور نہ روشن

علوم کے چقماق کو رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کئے ہیں۔ وہ اس معاملے میں چرنے والے جانوروں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔

صاحبانِ بصیرت کے لئے چھپی ہوئی باتیں ظاہر ہو چکی ہیں اور بھٹکنے والوں کے لئے حق کا راستہ روشن ہو چکا ہے۔ اور قیامت نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دی ہے اور غور سے دیکھنے والے کے لئے علامت ظاہر ہو چکی ہے۔

مگر یہ کیا ہوا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جسم بے روح اور روح بے نقاب بنے ہوئے ہو عبادت گزار مگر اصلاحِ قلب کے تاجر ہو مگر منافع کے بغیر، جاگ رہے ہو، مگر سونے والے کی طرح، حاضر ہو مگر غائب کی طرح دیکھنے والے ہو مگر اندھے کی طرح سننے والے ہو، مگر بہرے کی طرح بولنے والے ہو مگر گونگے کی طرح۔

گمراہی کا نشان اپنے مرکز پر جمع ہو چکا ہے اس کی شاخیں پھیل گئی ہیں وہ تمہیں برباد کرنے کے لئے اپنے پیمانوں سے وزن کر رہا ہے اور اپنے ہاتھوں سے بھٹکا رہا ہوں اس کا پیشمیر و ملت (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے۔

اس دن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر گرے ہوئے لوگ جو دیگ کی کھرچن یا تھیلے کے جھڑے ہوئے ریزوں کی طرح ناقابل توجہ ہوں (کسی قطار میں نہ ہوں)

یہ فتنہ تمہیں چمڑے کی مانند چھیل ڈالے گا اور اس طرح روندے گا جیسے کٹائی کے بعد غلہ روندا جاتا ہے اور (ظلم و ستم) کہ تم میں سے مومن کو اس طرح چھانٹ کر نکال لے گا جیسے پرندہ بڑے دانوں کو چھوٹے دانوں میں سے نکال لیتا ہے۔

یہ غلط روشیں آخر تمہیں کدھر لئے جا رہی ہیں اور یہ گمراہی کی تاریکیاں تمہیں کس طرح بھٹکا رہی ہیں اور یہ جھوٹی امیدیں تمہیں کیسا فریب دے رہی ہیں (سوچو) تم کہاں لائے جا رہے ہو اور کدھر بہکے جا رہے ہو۔

کیونکہ ہر میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے اور ہر غائب کو واپس آنا ہے تمہیں چاہیئے

کہ نصیحت اپنے خدا شناس اماموں سے سنو۔ دلوں کو اسطرف متوجہ کرو اگر تمہیں پکاریں تو جاگ اٹھو۔

قوم کے نمائندہ کو چاہیئے کہ وہ اپنی قوم سے سچ بولے اور اپنی پریشانی خاطری میں یکسوئی پیدا کرے اور اپنے ذہن کو حاضر رکھے۔

چنانچہ تمہارے امام نے حقیقت کو اسطرح کھول کر رکھدیا ہے کہ جیسے دھاگہ میں پروئے جانیوالے مہرہ کو چیر کر رکھدیا جاتا ہے اور اس طرح اسکو چھیل ڈالا جیسے درخت سے گوند۔ جب ایسا زمانہ آئیگا تو باطل ہر جگہ مسلط اور جہالت اپنے مرکبوں پر سوار ہو جائے گی سرکشی کرنیوالے عام اور حق کی آواز دینے والے کم رہ جائیں گے۔ پھاڑ کھانے والے درندوں کی طرح زمانہ حملہ کریگا۔ اور باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد بلبلانے لگے گا۔ لوگ فسق و فجور پر بھائی چارہ گانٹھ لیں گے۔ دین کے معاملے میں ایک دوسرے کو چھوڑ جائیں گے جھوٹ پر ایکدوسرے کے دوست اور سچائی پر ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

جب زمانہ کا یہ رنگ ہوگا تو بیٹا (آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب بنجائے گا اور موسمیں گرمائیں بارشیں بے وقت ہوں گی اور کمینے چھا جائیں گے اور شریف لوگ بہت کم رہ جائیں گے۔

اس دور میں لوگ بھیڑیوں کی طرح خونخوار ہوں گے! اور بادشاہ درندوں کے مانند سفاک۔ درمیانی لوگ لوٹ کھانے والے اور فقیر و محتاج بالکل مردوں کے مانند سچائی دب جائیگی جھوٹ عام ہو جائے گا محبّت کے الفاظ صرف زبان پر آئیں لوگ دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف ہونگے۔ نسب کا معیار زنا ہوگا عفت و پاکدامنی پر تعجب کیا جائے گا۔ اور اسلام کا لبادہ پوستین کی طرح الٹا اوڑھا جا ئے گا۔

بحوالہ خطبہ نمبر ۱۰۸